بہاریں لوٹ آئی ہیں

وہ بہت مگن ہو کر پکوڑوں کا آمیزہ بنانے میں مصروف تھی۔ نظروں کی تپش نے احساس دلایا کہ کوئی اُسے دیکھنے، بلکہ ''گھورنے'' میں مصروف ہے۔ اُس نے بے توجہگی سے کچن کے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر بے ساختہ مسکرا دی۔

''اعیان! تم کب آئے؟''

''تمہیں اس سے کیا؟......تم منگنیاں کراتی پھرو۔'' وہ سلگ کر بولا تو اُسے ہنسی آنے لگی۔

''منگنیاں نہیں، منگنی۔'' اُس نے تصحیح کرتے ہوئے، آمیزے والا باؤل فریج میں رکھا اور پلٹ کر سنک میں ہاتھ دھونے لگی۔

''شرم تو نہیں آ رہی، اتنی ڈھٹائی سے اعتراف کرتے ہوئے۔'' وہ جل کر بولا۔

تزین کو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ دھواں سا کہاں سے اُٹھ رہا ہے۔ مسکراہٹ دباتے ہوئے اپنے دوپٹے کے پلو سے ہاتھ خشک کرتی بولی۔

''شرم تو آ رہی ہے مگر اب تم خود ہی پوچھ رہے ہو تو بتانا تو پڑے گا ہی۔''

اُس نے معاندانہ انداز میں کہا تو اعیان چند لمحے تیز نظروں سے اُسے گھورتا رہا۔

''اچھا بس...... زیادہ رعب نہ جھاڑو۔ زیادہ اعتراض ہے تو اپنے ماموں جان سے پوچھو۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔''

اس سے زیادہ وہ اُس کے رعب میں نہیں آئی تھی۔ فوراً ہی سنجیدہ ہونے لگی تو اعیان ڈھیلا پڑ گیا۔

''پھر بھی، تانی! میرے بغیر تم نے منگنی کرالی۔ مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے۔''

وہ غمگین ہوا۔ اور اس بات کا قلق تو تزین کو بھی تھا۔ اُس کا سب سے اچھا کزن اور بہترین

دوست اُس کی منگنی میں شریک نہیں تھا۔ وہ پاکستان ہی میں تھا جب تنزیلہ کے لئے رشتہ آیا تھا۔ ابھی بات آگے بڑھی بھی نہ تھی کہ اُسے دو ہفتوں کے لئے اٹلی جانا پڑ گیا۔ ادھر پاپا نے بالا ہی بالا لڑکے کے بارے میں معلومات حاصل کر کے ہاں کر دی اور دو دن بعد ہی منگنی۔

''اتنے بے خبر تو نہیں ہو...... حالات تو تمہیں معلوم ہیں۔ کیا مشی سے بھی رابطہ نہیں تھا، تمہارا؟''

تنزین نے نارمل انداز میں پوچھا تو وہ کچن سے باہر نکل گیا۔ تنزین بھی اس کے پیچھے چل دی۔

''ہاں، بتایا تھا اُس نے۔ بلکہ امی نے بھی۔ مگر میں تو تمہارے فون کا انتظار کر رہا تھا۔'' وہ ساتھ چلتے ہوئے خفگی سے کہہ رہا تھا۔

''حالانکہ تمہیں چاہئے تھا کہ یہ خبر سنتے ہی تم فوراً مجھے فون کرتے اور پوچھتے۔'' تنزین نے اب کی بار اُسے گھورا تو وہ ہنس دیا۔

''اچھا جناب! سارا قصور میرا ہی ہے۔''

''نہ جی! آدھا تو بابا بلھے شاہؒ کا ہے۔'' وہ بے ساختہ بولی اور پھر دونوں ہنس دیئے۔

''چائے پیو گے؟'' اُس نے پوچھا تو وہ ابو کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

''ہاں...... بلکہ وہ پکوڑے بھی کھاؤں گا، جو تم بنانے والی ہو۔ پہلے ذرا ماموں جان سے دو دو ہاتھ کرلوں۔''

''کاش، میں تمہاری درگت بنتی دیکھ سکتی۔'' وہ شرارت سے حسرت آمیز انداز میں بولی تھی۔

''خبردار!'' وہ ہنستا ہوا ابو کے اسٹڈی روم میں گھس گیا جب کہ وہ امی سے چائے کا پوچھنے لگی۔



''اب بتاؤ، خوش ہے تمہاری کزن منگنی کروا کے؟''

اُس سے بیڈمنٹن کا چوتھا راؤنڈ بھی ہارنے کے بعد مشعل نے بالآخر ہار مان ہی لی۔ ٹاول سے پسینہ خشک کرتی وہ ریکٹ وہیں پھینک کر گھاس پر ہی بیٹھ گئی۔

اعیان اس سے کچھ فاصلے پر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

''منگنی کرانے میں خوشی والی کون سی بات ہے؟''

''کیوں؟...... منگنی کرا کے بندہ خوش نہیں ہوتا؟ تم خوش نہیں ہو کیا؟'' وہ آنکھیں پٹپٹا کر

معصومیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی تو اعیان نے نظر بھر کر اسے دیکھا۔

سیاہ بالوں کو پونی میں جکڑے بے حد پیاری رنگت اور خوب صورت نقوش کے ساتھ وہ دل چھو رہی تھی۔

''ہماری بات اور ہے۔ ہماری تو پسند کی منگنی ہے نا۔'' وہ طمانیت سے مسکرا کر بولا، تب مشعل بھی کھل کر مسکرائی تھی۔

''تم نے اس سے پوچھا نہیں تھا، اُسے عبید پسند ہے یا نہیں؟''

''نہیں......'' اعیان نے فی الفور جواب دیا۔

''کیوں......؟'' مشعل نے وہ سوال کیا جس کا جواب خود اعیان کے پاس بھی نہیں تھا۔

وہ گھاس نوچتے ہوئے پُرسوچ انداز میں بولا۔

''شاید میں نے ضروری نہیں سمجھا، یا شاید اُس نے منگنی کی تصویروں میں خود ہی دیکھ لیا تھا کہ خاصا ہینڈسم بندہ ہے۔''

''یہ اچھی دوستی ہے؟'' مشعل نے ناک چڑھائی۔

''تمہاری تو بیسٹ فرینڈ کا بھائی ہے۔ تم اچھا خاصا جانتی ہو اسے۔'' اعیان نے کہا تو مشعل موڈ بدلتے ہوئے تفاخر سے مسکرائی۔

''اور اس سلسلے میں تنزین کو ہمیشہ میرا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس کے متعلق ثانیہ کو میں نے ہی بتایا تھا۔''

''خیر، تمہارا کیا؟ خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور دوسرے یہ کہ عبید بے حد لکی ہے جسے تنزین جیسی اچھی لڑکی کا ساتھ ملنے والا ہے۔'' اعیان نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے نرمی سے کہا تو تنزین کے لئے اس کے لہجے میں وہی ستائش تھی، جو ہمیشہ ہوتی تھی۔

''لکی تو تنزین ہے۔ کروڑ پتی کے ساتھ منگنی ہوئی ہے اس کی۔ لاکھوں میں ایک لڑکا ہے عمر، شکل وصورت، کہیں سے بھی مار نہیں کھاتا۔ اعیان میں کون سے سرخاب کے پَر لگے ہیں۔''

''وہ بہت بہترین لڑکی ہے۔ تم اسے جانتی نہیں ہو۔ کتنی مرتبہ کہا ہے اس سے ملا کرو۔ دیکھنا، خود میں کتنی تبدیلی محسوس کرو گی۔''

وہ پُریقین انداز میں بولا تو مشعل چیخ گئی۔

''کیوں، مجھ میں کیا خامی ہے؟''

''میں نے یہ کب کہا؟...... میرا مطلب تھا...... خیر چھوڑو، تم یہ بتاؤ کہ یونیورسٹی میں ایڈمیشن کب سے اسٹارٹ ہو رہے ہیں؟'' وہ بات کرتے کرتے شاید مزید بحث کا ارادہ موقوف

کر چکا تھا، تب ہی موضوع بدل گیا تھا۔ مگر مشعل کے انداز میں کڑواہٹ ابھی کافی دیر تک باقی رہتی تھی۔

''میں نہیں لے رہی ایڈمیشن۔'' وہ بے زارکن انداز میں بولی۔ اعیان نے حیرانی سے اُسے دیکھا۔

''اب کیا ہوا؟ تم تو بہت پُر جوش تھیں، آگے پڑھنے کے لئے۔''

''بس، موڈ نہیں ہے۔'' وہ اطمینان سے بولی۔ لیکن اعیان سنجیدہ تھا۔

''اتنی بھی غیر مستقل مزاجی اچھی نہیں ہوتی۔ منٹوں میں ارادے بدلتی ہو تم۔''

''لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔''

''بالکل غلط۔'' وہ اپنی بات پر زور دے کر بولا۔ پھر قائل کرنے والے انداز میں کہنے لگا۔

''تزئین ہی کو دیکھ لو۔ ماموں جان اُسے بی۔اے کے بعد پڑھائی کی اجازت نہیں دے رہے تھے مگر اُس نے اپنی بات پہ ڈٹ کر نہ صرف آگے پڑھائی کی بلکہ جو ٹارگٹ بنایا تھا، اسے حاصل بھی کیا، بے حد اچھے طریقے سے۔ اور آج ایک بہترین کمپنی میں بہت اچھی پوسٹ پہ جاب کر رہی ہے۔''

''ہمارے ہاں کون سے کھانے کے لالے پڑے ہیں، جو میں ٹکے ٹکے کی نوکریاں تلاش کرتی پھروں؟ اور ویسے بھی میں کون سا نوکری کرنا چاہتی ہوں، جو پڑھائی میں سر کھپاتی رہوں۔'' وہ تنک کر بولی۔

''پڑھائی صرف نوکری حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ فہم و شعور حاصل کرنے کے لئے بھی کی جاتی ہے۔''

اعیان پر پچھلے تین مہینوں میں مشعل کی محدود سوچ اچھی طرح واضح ہو گئی تھی۔

''تو میں بے وقوف ہوں کیا؟'' وہ قدرے بگڑی۔

اعیان نے گہری سانس بھری اور دفعتہً مسکرا دیا۔

''ہاں........ بے وقوف۔ مگر بہت حسین بے وقوف۔''

وہ بہت اس کی تعریف کرتا تھا۔ اس لئے ہمیشہ کی طرح اب بھی مشعل کا موڈ پل میں بدل گیا۔ اس نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر جیسے اُس کی تعریفی سند کو وصول کیا، پھر بڑے ناز سے بولی۔

''پھر کیا خیال ہے، لانگ ڈرائیو ہو جائے؟''

''اس وقت؟'' اعیان نے شام کے گہرے ہوتے سایوں کو تشویش سے دیکھا۔

''اس وقت کیا ہے؟ بلکہ لوگ اسی وقت لانگ ڈرائیو کو نکلتے ہیں۔'' وہ دھونس بھرے لہجے

میں بولی۔

مگر اعیان جانتا تھا اس وقت اس کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر جانے کا مطلب ہے، کھانا بھی باہر کھانا۔ اور اس کے گھر میں سب روٹین کے مطابق اکٹھے کھانا کھاتے تھے۔ بلکہ ابو جان تو سختی سے سب کو رات کا کھانا اکٹھے بیٹھ کے کھلانے پر کاربند تھے۔

''کیا سوچ رہے ہو؟'' وہ بے زار ہوئی۔

''تمہیں پتہ تو ہے، پھر بھی........ رات کا کھانا میں گھر میں کھاتا ہوں۔'' اعیان نے آرام سے کہا تو وہ تیکھے لہجے میں بولی۔

''کیا شادی کے بعد بھی یہی کچھ ہوتا رہے گا؟''

''اب ایسی بھی کوئی پابندی نہیں۔ فاران بھائی ایک آدھ ہفتے کے بعد بھابی بچوں کے ساتھ ہوٹلنگ کر لیتے ہیں۔ بس ابو یا امی سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ بلکہ کبھی کبھار تو پوری فیملی ابو کے ساتھ ہوٹلنگ کے لئے جاتی ہے۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔ ان کے گھر کا ماحول واقعتاً قابلِ رشک تھا۔

''بہر حال، میرے تو اپنے طور طریقے ہیں، اعیان مصطفیٰ! دیکھ لو، بعد میں پچھتانا نہیں۔'' وہ اسے تنبیہ کرنے والے انداز میں کہتی اعیان کو ہنسا گئی۔

''محبت سب بدل دیتی ہے، جانم! اندر باہر سے بدل دیتی ہے۔''

وہ سر جھٹکتی اُٹھ گئی۔

''چلو جلدی کرو۔ لانگ ڈرائیو ہی کریں گے، کنجوس میاں! کھانا تم گھر جا کے ہی کھا لینا۔''

اُس کے طنز پر اعیان نے کان نہیں دھرے تھے البتہ اس کے اتنی آسانی سے مان جانے پر اطمینان کی سانس ضرور لی تھی۔

⊛✪⊛

''ثانی! فون ہے تمہارا۔'' امی کی آواز نے اسے ٹی وی اسکرین پر سے نظریں ہٹانے پر مجبور کر دیا۔ بحث و مباحثے کے پروگرام اس کی کمزوری تھے۔

''اُفوہ........'' وہ اُٹھ کر ٹیلی فون اسٹینڈ تک آئی۔ امی فون پہ محوِ گفتگو تھیں۔ اُن کی باتوں سے اُسے اندازہ ہو گیا کہ دوسری جانب اُس کے سسرالیوں میں سے کوئی تھا۔

شاید ثانیہ........ یا پھر حرا۔'' وہ قیافہ لگا رہی تھی۔ جب کہ ذہن ابھی ٹی وی پر چلنے والی بحث ہی میں اٹکا ہوا تھا۔

امی نے بات کر کے ریسیور اس کی طرف بڑھایا تو اس نے کارڈلیس آن کر کے ریسیور

کریڈل پر رکھ دیا اور واپس ٹی وی لاؤنج کی طرف چل دی۔

''السلام علیکم!'' بڑی خوش دلی سے اس نے کہا تھا۔

''وعلیکم السلام! جیتی رہیے۔ خدا جلد آپ کی رخصتی کرے۔'' دوسری طرف سے آنے والی مردانہ آواز بے حد غیر متوقع تھی۔ تزین ہڑبڑا کر رہ گئی۔ فوراً ریموٹ اٹھا کر ٹی وی کی آواز کم کر دی۔

''جی، کون......؟''

''کون بھی ہو گی اور آئس کریم بھی۔ پروگرام بنا لیتے ہیں۔'' وہ چہک رہا تھا۔

کہیں عبید تو نہیں؟......تزین کو شک گزرا۔

''دیکھیں، ٹھیک سے اپنا تعارف کرائیں۔'' اُسے غصہ آنے لگا۔

'ورنہ......؟'' وہ جیسے اُس کے غصے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

''ورنہ......یہ......'' اُس نے کہتے ہوئے فون بند کر دیا تھا۔

دماغ خراب ہے ان لوگوں کا۔ اور امی بھی عجیب ہیں۔ پتہ نہیں، رانگ نمبر پر کیوں بات کرتی رہیں؟

ٹی وی بند کر کے وہ کڑھتی ہوئی کچن تک آئی، تب تک ہاتھ میں تھاما کارڈلیس پھر سے بجنا شروع ہو گیا تھا۔

''آپ کس سے بات کر رہی تھیں فون پر؟'' اس نے امی سے پوچھا۔

''ثانیہ تھی۔ تمہارا پوچھ رہی تھی۔''

انہوں نے توے پر روٹی ڈالتے ہوئے کہا تو کارڈلیس آن کر کے کان سے لگاتی وہ اپنے کمرے کی طرف آ گئی۔

''بہت غصہ کرتی ہو تم۔'' دوسری طرف وہی آواز۔ شاید نہیں بلکہ یقیناً عبید کی۔

''دیکھیں فون کال کرنے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں اور ان میں سب سے پہلا یہ کہ سلام کیا جائے، اس کے بعد اپنا تعارف کرایا جائے۔''

اب کی بار وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی تو اس نے جواباً مسکراتی ہوئی آواز میں شرارت سے کہا۔

''جی، آپ کا منگیتر بول رہا ہوں۔ کہیے، کیسی ہیں آپ؟''

اسے اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ دوسری جانب عبید ہو گا۔ اس کے باوجود جب اُس نے تعارف کرایا تو تزین کا دل عجیب سے انداز میں دھڑک اٹھا۔

اس کی خاموشی پر دوسری جانب سے ہنسی اُبھری۔

''دیکھا، کتنا بارُعب تعارف ہے۔''

''جی نہیں ......ایسی کوئی بات نہیں۔'' وہ اپنے فطری پُر اعتماد انداز میں بولی۔ ''دراصل میں، آپ کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ ثانیہ کہاں ہے؟''

''ثانیہ کو چھوڑو، تم ڈائریکٹ مجھ سے بات کرو۔'' وہ بے تکلفی سے بولا۔

''بعض رابطوں کے لئے پُل ضروری ہوا کرتے ہیں۔'' تزین نے سنجیدگی سے اُسے کچھ باور کرانا چاہا، مگر وہ برجستہ بولا۔

''ہاں......مگر ہر رابطے کے لئے نہیں۔''

تزین نے گہری سانس بھری۔ وہ یقیناً اس سے منگنی کے بعد منگیتروں والا مخصوص رابطہ رکھنا چاہتا تھا۔

''دیکھیں، لڑکیوں کی کچھ حدود ہوا کرتی ہیں......'' اُس نے کہنا چاہا مگر وہ اس کی بات کاٹ کر ہنسی میں اُڑا گیا۔

''کس زمانے کی بات کرتی ہو؟ اب تو ہر بات لامحدود ہے۔''

''مگر میں ان ہی حدود میں رہنا پسند کرتی ہوں۔'' وہ سنجیدگی سے کہتی اپنے بستر پر آ بیٹھی۔

''مثلاً......؟'' وہ اب بھی غیر سنجیدہ تھا۔

''مثلاً یہ کہ والدین کی لاعلمی میں اپنے منگیتر سے ٹیلی فونک گفتگو کرنا۔''

''کام آن، تینا!......'' وہ بے تکلفانہ انداز میں اُس کا نام بگاڑتے ہوئے بولا۔ ''اب تم بڑی ہو چکی ہو، جاب کر رہی ہو۔ کوئی کالج گرل نہیں ہو، جسے اس طرح کے وسوسے آ رہے ہیں۔''

''جاب کرنے والی لڑکیاں اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہو جاتی ہیں کیا؟'' تزین نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا۔ درحقیقت وہ اس معاملے کو نرمی سے حل کرنا چاہ رہی تھی۔ ورنہ نئے نئے رشتے میں دراڑیں پڑ سکتی تھیں۔

''اُفوہ......لگ رہا ہے، کسی اُستانی صاحبہ کا نمبر ملا بیٹھا ہوں۔'' وہ جیسے بے زار ہوا تھا۔

''آپس میں بات چیت کرنے میں اخلاقیات کہاں سے آ گئیں؟''

''تو پھر آپ نے امی سے بات کیوں نہیں کی؟ اُن سے بات کر کے خود مجھے بلواتے تو یہ بات ان کے علم میں بھی ہوتی کہ اس وقت ان کی بیٹی کس سے بات کر رہی ہے۔''

اُس نے ثانیہ کو استعمال کر کے اُسے فون پر لانے والی بات کو پوائنٹ آؤٹ کیا۔

''حد ہو گئی۔ یعنی میں نے پہلی بار تمہیں فون کیا ہے اور تم فضول کی بحث لے کے بیٹھ گئی ہو۔''

''آئی ایم سوری۔ لیکن آپ امی یا ابو سے اجازت لے لیتے تو میں آپ سے ضرور رابطہ رکھتی۔'' اب کی بار اُس نے صاف صاف بات کرنے کی ٹھانی۔ لحظہ بھر کو اُدھر خاموشی چھا گئی۔

''اوکے .... اب تم سے تھرو پراپر چینل ہی رابطے ہوں گے۔'' وہ سرد مہری سے بولا اور لائن کاٹ دی۔ تنزین قدرے پریشان ہو گئی۔

مگر یہ پریشانی عبید کی طرف سے نہیں، بلکہ ابو کی ناراضگی کا سوچ کر تھی۔ وہ اس رشتہ کے استوار ہونے سے بہت خوش تھے اور اب شاید بہت کچھ غلط ہونے والا تھا۔ وہ سر تھام کے بیٹھی رہی۔ اُسے یقین تھا کہ عبید جیسے آزاد ماحول کے پروردہ شخص کو اُس کی صاف گوئی پسند نہیں آئی تھی اور اب یقیناً وہ تنزین جیسی دقیانوسی لڑکی سے رشتہ ختم کرنا چاہے گا۔

مگر یہ اس سے ہفتہ بھر ہی کی بات تھی کہ امی نے اُس سے کہا۔

''عبید کا فون نہیں آیا؟''

وہ ایک آفس فائل چیک کر کے صوفے سے ٹیک لگائے کمر سیدھی کر رہی تھی۔ چونک کر امی کو دیکھنے لگی۔

''فون آئے تو آپ کو۔ مجھے کیوں آنے لگا؟'' اس نے سنجیدگی سے کہا مگر وہ مسکرا کر بولیں۔

''بھئی منگیتر ہے تمہارا۔ تمہیں کیوں فون نہیں کر سکتا؟''

''منگیتر ہونا کون سا ایسا اعزاز ہے کہ فضولیات کو اپنا لیا جائے؟'' وہ عام سے انداز میں بولی تو امی نے اُس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

''اُن کے ہاں تو یہ ایک عام سی بات سمجھی جاتی ہے۔''

''مگر ہمارے ہاں نہیں۔''

''لیکن تم کو رخصت ہو کر وہاں جانا ہے۔'' امی نے اُسے قائل کرنے کی کوشش کی۔

''درست ہے۔ لیکن جب تک میں یہاں ہوں، وہاں کے اصول نہیں اپنا سکتی۔'' وہ قطعیت سے بولی تو امی نے اسے سمجھانا چاہا۔

''کچھ حالات کا بھی تقاضا ہوتا ہے، تانی!''

''جب حالات آئیں گے، تب دیکھا جائے گا۔'' وہ لاپروائی سے بولی۔ پھر قدرے توقف

کے بعد کہنے لگی۔

''میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ ان لوگوں اور ہمارے ماحول میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہمارے ہاں کب پسند کیا جاتا ہے لڑکیوں کا اپنے منگیتروں سے بات چیت کرنا۔ ثمرین آپی کو دیکھ لیں۔''

اُس نے اپنی بڑی شادی شدہ بہن کی مثال دی تھی۔ اُسے اندر ہی اندر امی کے رویے پر حیرت ہو رہی تھی۔ پہلے تو وہ بھی لڑکیوں کو اتنی آزادی دینے کی قائل نہیں تھیں۔ تو پھر کیا عبید نے ان پر دباؤ ڈالا تھا؟

''تب بات اور تھی۔ خالد ہمارا ہم پلہ تھا۔ لیکن یہ معاملہ دوسرا ہے۔'' امی نے دبے لفظوں میں کہا تو وہ ناراض ہو گئی۔

''اوہو .... دولت مند ہوں گے تو اپنے گھر کے۔ آپ کیوں خوامخواہ رعب میں آئیں؟''

''تمہارے ابو نے اجازت دی ہے۔'' وہ اس کے انداز پر دھیمی پڑ گئیں۔ تنزین کو تمام دلائل اڑنچھو ہوتے محسوس ہوئے۔

''ابو نے ....؟'' اس نے بے یقینی سے امی کی طرف دیکھا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''بہت آزاد خیال ہو گئے ہیں ابو۔'' تنزین کو بہت برا محسوس ہوا۔ ابو تو ان معاملات کو پسند نہیں کرتے۔ پھر یکایک یہ کیا ماجرا ہو گیا۔

عبید نے خود ان سے بات کی ہے۔ پھر ہم نے بھی سوچا کہ اس میں کیا مضائقہ ہے۔ اچھا ہے، شادی سے پہلے ایک دوسرے کو تھوڑا بہت سمجھ لو۔''

امی نے کھلے دل سے کہا تو وہ برا مان کر بولی۔

''مگر میں شادی سے پہلے ایسی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتی، اسے جاننے یا سمجھنے کی........ اور ابو اتنے آزاد خیال کب سے ہو گئے؟'' اس نے طنز آمیز لہجے میں کہا۔ جواب میں امی نے تحمل سے کہا۔

''مت بھولو کہ اپنی سخت طبیعت کے باوجود سارے معاملے میں وہ ہمیشہ نرمی برت جاتے ہیں۔ تمہاری کو ایجوکیشن میں پڑھائی اور اب مردوں کے بیچ جاب کرنا بھی اسی نرمی کی دو مثالیں ہیں۔''

اسے اعتراض تھا بلکہ سخت اعتراض تھا اور اس کے پاس اُنہیں قائل کرنے کے لئے دلائل بھی تھے۔ مگر اب بات بہت ''اوپر'' جا چکی تھی۔ اگر ابو نے کہا تھا تو پھر وہ اعتراض نہیں کر سکتی

تھی۔

'اس معاملے میں مجھے خود اسٹینڈ لینا پڑے گا' اس نے دل ہی دل میں ارادہ کرلیا۔

✿✿✿

''اور سناؤ۔ کیا حال چال ہیں، منگیتر صاحب کے؟'' امی کے کچن میں جاتے ہی اعیان نے خوش دلی سے پوچھا تو وہ اسے گھورنے لگی۔ ''بدلے میں تم بھی مجھ سے میری منگیتر کے متعلق پوچھ سکتی ہو۔'' وہ جلدی سے بولا۔

''حال تو ٹھیک ہی ہے۔ مگر چال چلن شاید درست نہیں۔'' تزین نے گہری سانس بھر کے کہا تو وہ چونکا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ میرے انکار کے بعد وہ ابو سے ڈائریکٹ اجازت لے چکا ہے مجھے فون کرنے کی۔''

''تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟'' وہ شانے اچکا کر لاپروائی سے بولا۔

''تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔'' تزین برا مان کر بولی تھی۔

''شادی سے پہلے ہی ایک دوسرے کو جاننے کی سعی میں ''خالی'' کر دیتا۔ خوامخواہ کے وعدے، توقعات...... بعد میں دل برداشت نہیں کر پاتا۔''

''ہاں، یہ تو ہے۔'' وہ متفق ہوا۔

''نئی نئی ملاقات اور بات کا چارم تو نہیں رہتا۔''

''وہی تو۔ مگر یہاں تو ابو بھی اجازت دیئے بیٹھے ہیں، محترم کو۔'' وہ ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے بولی تو اعیان مسکرایا۔

''تم یہ بتاؤ کہ بظاہر تمہاری کیا رائے ہے، موصوف کے بارے میں؟''

''اوکے......'' وہ شانے اچکا کر بولی۔

''کیا بے نیازی ہے؟'' اعیان نے طنز کیا۔

''تو اور کیا کہوں؟'' وہ ہنس دی۔

''بظاہر تو اوکے ہی ہیں۔ تعلیم بھی اچھی ہے، شکل وصورت میں ...... ہاں، اسٹیٹس سے میل نہیں کھاتا۔ اور یہ میرا سب سے پہلا اعتراض تھا۔'' وہ صاف گوئی سے بولی۔ روپیہ پیسہ ...... یہ سب اُس کی نظر میں بس ''یوں ہی'' تھا اور یہ چیز اعیان کو بہت اچھی لگتی تھی۔

''اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔'' اعیان نے اس کے اعتراض کو مسترد کر دیا۔

''فرق پڑتا ہے۔'' تزین نے اپنی بات پر زور دیا۔

''ان کی اور ہماری ویلیوز میں بھی فرق آجاتا ہے۔ اور یہ اسٹیٹس میں اس وسیع فرق کی وجہ سے ہے۔ بالفرض اگر میں اس سے کہوں کہ وہ میرے لئے نامحرم ہے، اس لئے میں اس سے لمبی لمبی گپیں نہیں لگا سکتی تو وہ ہنسے گا۔ مجھے بیک ورڈ کہے گا۔''

''تمہاری تعلیم، تمہاری جاب اور تمہاری شخصیت۔ عبید ان میں سے کسی کا مقابلہ نہیں کرسکتا اسے تو سب کچھ پلیٹ میں رکھا مل گیا ہوگا۔ مگر تم نے تو اپنی محنت سے حاصل کیا ہے۔'' اعیان نے اسے سراہا تو وہ شرارت سے سر جھکا کر کورنش بجالائی۔

اسی رات عبید کا فون آیا تو وہ نیند کے جھونکوں کی زد میں تھی، جب امی نے اسے کارڈلیس تھمایا۔

''تمہارا فون ہے۔'' وہ نظر چراتی چلی گئیں۔

تزین نے سمجھتے ہوئے متاسفانہ انداز میں سر جھٹکا۔

''کیا بات ہے؟ تم موبائل کیوں نہیں لیتیں؟'' سلام دعا کے بعد وہ جرح پر اُترا۔

''موبائل تو ہے میرے پاس۔''

وہ سادگی سے بولی تو عبید نے جیسے اس کی بے وقوفی پر سر پیٹ لیا۔

''تو مجھے نمبر کیوں نہیں دیا؟ مجھے اچھا نہیں لگتا یوں آپریٹر کے ذریعے لائن ملانا۔''

''مائنڈ یو...... وہ میرے والدین ہیں۔ آپریٹر نہیں۔'' تزین کو جھٹکا لگا۔ مگر وہ فوراً ہی ہنسنے لگا۔

''جسٹ جوکنگ۔''

''مذاق اپنے ہم عمروں سے ہی اچھا لگتا ہے۔'' وہ ناگواری سے بولی۔

''کم آن، تینا!'' وہ لاپروائی سے بات بدل گیا۔ ''اچھا بتاؤ، کیا کر رہی تھیں؟''

''کچھ نہیں۔'' وہ قدرے جھنجلائی، مگر آرام سے بولی۔

''کم آن...... ساڑھے دس بجے سونے جا رہی ہو تم؟'' وہ جیسے شاکڈ ہوا۔

''ہاں...... نیند آئے تو پھر سونا ہی چاہئے۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے رات اسی مقصد کے لئے بنائی ہے۔'' وہ جتانے والے انداز میں بولی مگر وہ بات دوسرے ہی رنگ میں لے گیا۔

''صرف سونے کے لئے نہیں، پیار اور محبت کرنے کے لئے بھی بنائی ہے۔''

اب اس قدر فضول بات کا وہ کیا جواب دیتی۔ بس چپ رہ گئی۔

''کیا خیال ہے پھر؟'' وہ مزید شوخ ہوا تو اس نے کہا۔

''دیکھیں، مجھے ایسی باتیں نہیں آتیں۔''

''میں ہوں نا۔ سب سکھا دوں گا۔'' وہ اسی لہجے میں بولا۔ ''کبھی آؤ اور دیکھو، میرے بیڈ روم میں ہر طرف تمہاری انلارجمنٹ لگی ہوئی ہیں۔ ہنستی مسکراتی، باتیں کرتی۔ منگنی والے دن تم بہت خوب صورت لگ رہی تھیں۔''

وہ اضطراری انداز میں انگشت شہادت کا ناخن چبانے لگی۔

''میرے سرکل میں لڑکیوں کی کمی نہیں تینا! مگر تم جیسی ان چھوئی، معصوم، بالکل منہ بند کلی جیسی لڑکی کوئی نہیں۔ سچ مچ مبہوت کر دیا ہے تم نے۔''

وہ کہہ رہا تھا اور اپنی ان الفاظ میں تعریف نے اس کا دماغ جھنجھنا کے رکھ دیا۔

''دیکھیں، مجھے نیند آ رہی ہے۔''

''تو کیا مجھے وہاں آ جانا چاہئے؟'' وہ دھیمی سی ہنسی میں شرارت سمو کے بولا تو تنزین کا جی چاہا، کارڈلیس اس کے سر میں مار دے۔

''عبید پلیز! مجھے ایسی باتیں پسند نہیں ہیں۔'' اس نے بمشکل خود کو ''واہیات'' کہنے سے روکا۔

''لڑکا اور لڑکی جو کہ آپس میں منگیتر بھی ہیں، وہ فون پہ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں'' وہ جیسے بات سے محظوظ ہوا۔

''اسی لئے تو مجھے یہ رابطے پسند نہیں ہیں۔'' وہ تیز لہجے میں بولی تھی۔

''کس دنیا میں رہ رہی ہو تم؟'' وہ اُس کی باتوں کو اُس کی شرم و حیا پر محمول کر رہا تھا، تب ہی سیریس نہیں لے رہا تھا۔

''بہت اچھی دنیا ہے میری، عبید! اور میں اس میں بہت خوش ہوں۔ وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

''بہت بورنگ ہو تم۔''

''میں ایسی ہی ہوں۔'' اس کا انداز دوٹوک تھا۔

''مگر مجھ تک آنے کے لئے تمہیں خود کو بہت بدلنا پڑے گا تنزین!'' وہ یکلخت سنجیدہ ہوا۔

''تبدیلی تو ہر لڑکی کی زندگی میں آتی ہے، عبید! مگر فی الحال مجھے میری زندگی جی لینے دیجئے۔ جب وقت آئے گا، تب تبدیلی بھی آ جائے گی۔'' تنزین نے بھی اُسی کے سے انداز میں کہا تو قدرے توقف کے بعد عبید نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

تنزین اپنی جگہ اُلجھ کر رہ گئی۔



''تمہاری کزن خود کو سمجھتی کیا ہے؟ عبید بھائی کو تو ایسے چٹکیوں میں اُڑاتی ہے جیسے وہ کچھ ہیں ہی نہیں اس کے سامنے۔'' مشی اُس پہ یوں چڑھ دوڑی، جیسے سارا اُسی کا قصور ہو۔ اعیان نے حیران ہو کر اُسے دیکھا۔

''کیا ہوا ہے؟''

''میں تو پچھتائی یہ منگنی کروا کے۔'' وہ اپنی خوب صورت سی ناک سکیڑتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اعیان نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

''تم نے کیا، کیا ہے؟ یہ تو قسمت کا لکھا تھا۔ ویسے بھی ثانیہ اور خاص طور پر اُس کی امی کو تنزین بہت پسند آئی تھی اور بعد میں پتہ چلا کہ عبید بھی اس کی تصویر دیکھتے ہی راضی ہو گیا تھا۔''

''اُفوہ......سامنا تو میں نے ہی کرایا تھا نا، دونوں پارٹیز کا۔'' وہ چڑی۔

''ہاں، تو اب کیا ہو گیا ہے؟'' اعیان نے مسکراہٹ دبائی۔

''اب یہ ہوا کہ سینکڑوں مردوں کے ساتھ کام کرنے والی تمہاری کزن کو منگیتر سے فون پہ بات کرنے اور ملنے میں کیا اعتراض ہے؟'' وہ طنز سے بولی تو اعیان سنجیدہ ہو گیا۔

''تم سے کس نے کہا یہ سب؟''

''ثانیہ نے۔ اور عبید بھائی نے بھی۔ وہ تو باقاعدہ مجھ سے ناراض ہو رہے تھے۔'' وہ اپنے سیاہ بالوں کو سمیٹ کر اونچی پونی میں قید کرنے لگی۔

''تم پہ کیوں ناراض ہو رہے تھے؟ یہ اُن کا آپس کا معاملہ ہے۔ چاہے ان کی منگیتر ان کے ساتھ باہر جائے یا نہ جائے۔ بات کرے یا نہ کرے۔ یہ ان کا دردِ سر ہے۔ وہ حق رکھتی ہے۔'' اعیان نے ناگواری سے کہا۔

''تنزین بھی تو صحیح نہیں کر رہی نا۔''

''غلط والی بھی اس میں کوئی بات نہیں۔ ویسے مجھے اس کی ذہنی اپروچ اچھی لگی۔ واقعی شادی کے بعد ایک دوسرے کو جاننے، سمجھنے کے پیریڈ میں اپنا ہی مزہ ہوتا ہو گا۔ پہلے سے ہی یہ کام کر لینے کے بعد تو سب روٹین ورک لگتا ہو گا۔'' اعیان نے آرام سے کہا۔

''تم متاثر نہیں ہو گے اُس سے تو اور کون ہو گا؟'' وہ حسبِ عادت چڑی تھی۔

''سچ مشی! اندر سے شاید میں تمہیں بھی ایسا ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے شرماتی، کتراتی، ہزار ہزار منتوں کے بعد مجھ سے ملاقات کے لئے راضی ہوتی۔'' وہ پُرسوچ انداز میں بولا تو مشعل کو اس موضوع پر ہی غصہ آنے لگا۔

''خدا کے لئے اعیان! اب تم بھی اپنی کزن کی طرح قدامت پسندی کا لبادہ اوڑھ کے مت رہ جانا۔ یہ شرمانا، کترانا صرف کہانیوں میں ہی اچھا لگتا ہے۔ اب تو پی ٹی وی کی ہیروئن نے بھی شرمانا چھوڑ دیا ہے۔ اور میں روزانہ شام کو تمہارے ساتھ باہر نہ جاؤں تو میرا دم ہی گھٹ جائے۔''

''دم آسان کرنے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔ امورِ خانہ داری میں دلچسپی لو۔ تانی کو دیکھو، جاب تو کرتی ہی ہے، ساتھ میں بہت اچھی کوکنگ بھی آتی ہے اسے۔'' وہ عادتاً بولا تو اس کے اندر بھونچال سا اٹھا۔

''ہر بات میں مجھے اس کی مثال مت دیا کرو، اعیان!'' وہ اس قدر سرد مہری سے بولی کہ اعیان یکلخت خاموش ہو کر اُسے دیکھنے لگا تو وہ اپنی بات پہ زور دے کر بولی۔

''میں مشعل ہوں۔ مشعل سکندر۔ اور میرے پاپا جو کہ تمہارے سسر بننے والے ہیں، ٹاپ کے بزنس مین ہیں۔ میں تنزین رضا نہیں ہوں۔ اور نہ ہی بنوں گی۔''

''میں تمہیں تنزین رضا بننے کو نہیں کہہ رہا۔ مگر کسی کی اچھی باتیں تو ہم اڈاپٹ کر سکتے ہیں نا۔''

اُس کے انداز نے اعیان کو مدافعانہ انداز اپنانے پر مجبور کر دیا۔

''تو تم کیا سمجھتے ہو کہ مجھ میں اچھی باتیں نہیں ہیں؟'' وہ اُس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے استہزائیہ انداز میں بولی۔

اس سے پہلے بھی اعیان نے کئی بار محسوس کیا تھا کہ وہ تنزین سے حسد کرتی یا شاید اُس کے ذکر میں دلچسپی محسوس نہیں کرتی۔

مگر آج کی تلخی تو کچھ اور ہی بیان کر رہی تھی۔

''کیا بچوں جیسا رویہ ہے، مشی! اور یہ تم تانی کا ذکر کس انداز میں کرتی ہو؟ کیا تمہارا اس سے کوئی رشتہ نہیں؟''

اعیان نے اُسے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا تو وہ ناگواری سے بولی۔

''وہ صرف تمہاری کزن ہے، اور بس......''

''میرے رشتے تمہارے لئے بھی قابلِ احترام ہونے چاہئیں، مشی!'' اعیان کو دکھ ہوا۔

''بس کرو، اعیان! ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے۔ وہ کون سا میری سگی نند ہے جو تم اس قدر پچی ہو رہے ہو؟'' مشعل کو غصہ آنے لگا۔

''وہ میری کزن ہے اور بہترین دوست بھی۔ زندگی میں بہت دفعہ اس نے میرا حوصلہ

بڑھایا، مجھے صحیح مشورہ دیا ہے۔ اس کی میری زندگی میں بہت خاص جگہ ہے اور یہ بات میں تمہیں بھی بتا رہا ہوں۔''

اعیان نے اٹل انداز میں کہا۔ پہلے تو وہ گرم نگاہوں سے اسے گھورتی رہی، پھر چبھتے ہوئے انداز میں بولی۔

''واہ! یہ اچھی شرم و حیا ہے۔ منگیتر کے ساتھ بات کرتے یا ملاقات کرتے ہوئے اخلاقیات آڑے آتی ہیں۔ اور تم...... تم نامحرم نہیں ہو اس کے؟''

اعیان کو اس کے بچگانہ پن پہ غصہ تو بہت آیا۔ لیکن اس وقت غصہ کرنے کا مطلب تھا بات بڑھانا اور یہی وہ نہیں چاہتا تھا۔

''وہ اگر عبید سے بات کرنے سے جھجکتی ہے تو اس لئے کہ ان کے مابین رشتہ ہی ایسا ہے۔ میں نے کبھی اس سے رومینٹک گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ بھی نہ کرے، پھر دیکھو وہ اس سے بات کرتی ہے یا نہیں۔ رشتوں کا احترام ہی ان کا قد بڑھاتا ہے، مشی!'' وہ بڑے صبر و تحمل سے بولا تو مشعل کو بھی اپنے جذبات کی لو مدھم کرنا پڑی۔

''ہر بار لڑائی، ہر بار تلخی...... ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں، منگنی کو اور ہم نے میاں بیوی کی طرح جھگڑا کرنا شروع کر دیا ہے۔'' وہ خفگی سے بولی تو اعیان نے بھی بہت سی باتوں کو پیتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

''ابھی سے سارے جھگڑے کر لئے تو شادی کے بعد ہم کیا کریں گے؟''

''پیار، محبت اور بس۔'' وہ شوخی سے بولی تو اعیان سر پہ ہاتھ پھیر کے رہ گیا۔

⊛✪⊛

''آج تم ڈنر میرے ساتھ کر رہی ہو۔'' عبید نے بڑی دھونس سے کہا تو وہ زچ ہو گئی۔

''آپ بات کو سمجھتے کیوں نہیں؟ یہ سب مجھے پسند نہیں ہے۔''

''آج بتا ہی دو۔ کون پسند ہے تمہیں؟'' وہ اس قدر سنجیدگی سے بولا کہ تنزین کا دماغ جھنجھنا اُٹھا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟''

''مطلب صاف ظاہر ہے۔ میں منگیتر ہوں تمہارا۔ مگر نہ تو تمہیں مجھ سے بات کرنا پسند ہے اور نہ ہی ملنا۔ فون کرتا ہوں تو مارے بندھے گفتگو کرتی ہو۔ فون بند کرنے کے بہانے ڈھونڈتی ہو۔ اس کا میں کیا مطلب لے سکتا ہوں؟'' وہ تلخی سے کہہ رہا تھا۔

''بہت خوب......'' تنزین کو ہلکا سا غصہ آنے لگا۔ ''اس کا مطلب آپ نے یہ لیا کہ میں

کسی اور کو پسند کرتی ہوں؟''

''ہر ذی شعور انسان یہی مطلب لے گا۔'' وہ طنز سے بولا۔

''مائنڈ یو، عبید! اگر میں کسی اور کو پسند کرتی تو آپ سے کبھی بھی رشتہ نہ ہونے دیتی۔ میں کمٹ منٹ نبھانے والی لڑکی ہوں۔ لیکن جس بات کو میرا ذہن، میرا دل تسلیم نہ کرے، وہ کرنے کو مجھے کوئی بھی مجبور نہیں کر سکتا۔'' وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی۔

''تو پھر یہ کیا ڈرامے بازی لگا رکھی ہے تم نے؟ کیا میں تم سے دو گھڑی بات کرنے کا بھی حق دار نہیں ہوں؟'' وہ ناراضگی سے پوچھنے لگا۔

''اس کا مطلب یہ بھی تو نکال سکتے ہیں کہ میں یہ سب سلسلے شادی کے بعد چاہتی ہوں۔'' تنزین نے برجستہ کہا تو وہ بے ساختہ بولا۔

''شادی کے بعد اور بہت سے سلسلے ہیں، جانم! تب گفتگو کا ٹائم کس کے پاس ہوگا؟'' اب اس نے بات جس بھی انداز میں کی ہو، تنزین نے اپنے کانوں کی لویں تپتی محسوس کی تھیں۔

اس کی یہی بے باکی تنزین کو ناپسند تھی۔

''شادی کے بعد جو باتیں رومینس کہلاتی ہیں، وہ باتیں شادی سے پہلے گھٹیا لگتی ہیں۔ کیا آپ کو نہیں لگتا کہ نکاح جیسا بندھن تعلق کو کتنا پاکیزہ روپ دے دیتا ہے۔''

''کیا.......؟'' دوسری جانب عبید کو بجلی کا جھٹکا لگا تھا۔ ''تمہارا مطلب ہے کہ میں ابھی تم سے گھٹیا باتیں کرتا ہوں؟''

''میں نے یہ نہیں.......''

''شٹ اپ.......'' وہ دھاڑ کر اُس کی بات کاٹ گیا۔

''دیکھیں، میں ایک عام بات کر رہی تھی۔ صرف آپ کی اور اپنی نہیں۔'' تنزین نے تیزی سے کہا تو وہ غصے سے بولا۔

''میں تمہارے سارے مطلب اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔''

''بات کو ٹھنڈے دل و ذہن سے سوچیں گے تو مجھے حق پہ پائیں گے۔'' تنزین اسی نرمی کا مظاہرہ کر رہی تھی جو اُس کی شخصیت کا خاصا تھی۔ جب کہ ادھر عبید اُس کی بات کو دل پہ لے بیٹھا تھا۔

''یہ اکیسویں صدی ہے۔ محترمہ! تم جیسے لوگ موہنجوداڑو اور ہڑپہ میں پائے جاتے ہوں گے۔'' وہ جل کر بولا۔ پھر تلخی سے کہنے لگا۔

''اپنے کزن کو دیکھو، مشی کے ساتھ کیسے رہتا ہے۔ اسے کبھی نہیں بتائیں تم نے اپنی

اخلاقیات؟''

''وہ اُن کا آپس کا معاملہ ہے۔ دونوں فریق رشتہ کو جیسے نبھانا چاہتے ہیں، ویسے ہی نبھا رہے ہیں۔''

تنزین نے اعیان اور مشعل پر تبصرے سے گریز ہی کیا۔

''بہر حال، میں آج تمہارے ساتھ ڈنر کرنا چاہتا ہوں، اور بس۔'' وہ اٹل انداز میں بولا اور تنزین چپ سی ہو گئی۔

''ٹھیک ہے۔ رات آٹھ بجے ہمارے گھر آ جایئے گا۔ سب مل کے ڈنر کریں گے۔'' چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ آرام سے بولی تو عبید نے دانت پیسے۔

''میں تمہارے گھر والوں کے ساتھ نہیں، تمہارے ساتھ ڈنر کرنا چاہتا ہوں۔''

''اور میں آپ کے ساتھ اپنے گھر والوں کی موجودگی میں ڈنر کرنا چاہتی ہوں۔''

''تم اچھا نہیں کر رہیں، تنزین! نہ میرے ساتھ اور نہ ہی اپنے ساتھ۔'' وہ جیسے اُسے دھمکا رہا تھا۔

''میں ابھی اپنے والدین کے گھر ہوں، عبید! اور یہاں پر یہی اصول ہیں۔''

''تم میری منگیتر ہو۔'' اُس نے جیسے اُسے یاد کرایا تھا۔

''منگیتر ہوں، بیوی نہیں۔'' وہ بھی اٹل لہجے میں بالآخر کہہ ہی گئی تو عبید نے مزید بات کئے بنا ٹھک سے فون بند کر دیا۔

یہ عبید کی آخری فون کال تھی۔

⊛✪⊛

وہ کافی دیر سے مشعل کی والدہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ جب کہ مشعل صاحبہ دن کے ساڑھے گیارہ بجے ابھی سو کر نہیں اُٹھی تھیں۔ اُس کی والدہ نے تو کھلے دل بلکہ کھلے ذہن کے ساتھ اجازت دی تھی کہ وہ جا کے اُسے جگا سکتا ہے۔ مگر اعیان کی تربیت اس انداز کی نہ تھی۔ وہ جانتا تھا کہ مشعل اور اس کے رہن سہن اور تربیت میں بہت فرق ہے۔ مگر پھر بھی اُس نے مشعل کو پہلی نظر میں پسند کیا تھا تو منگنی کرانے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ اور آج تین ماہ گزر جانے کے باوجود بھی وہ ان کے ماحول کی آزادی کو اپنا نہیں پایا تھا۔

آج ملازمہ چھٹی پر تھی، جس کی وجہ سے مشعل کی والدہ کو خود جا کر اعیان کے لئے کولڈ ڈرنک کا گلاس لانا پڑا تھا۔ اب پچھلے پندرہ منٹ سے وہ ملازمین کی ہڈحرامی اور احسان فراموشی کے قصے سنائے جا رہی تھیں۔

''جتنا بھی دے دو انہیں، کم ہے۔ اب دیکھو صبح اس کے ڈیڈی ناشتہ کر کے گئے ہیں۔ برتن دُھلنے کو پڑے ہیں اور ہماری فاطمہ صاحبہ چھٹی کر کے بیٹھ گئیں۔ ہر وقت ہڈی ڈالتے رہو ان لوگوں کو، تب بھی خوش نہیں ہوتے۔ اپنا حق سمجھ کر وصول کرتے ہیں اور کرنی اپنی مرضی ہے۔ اب دیکھو ذرا، کتنے مزے سے گھر بیٹھی ہو گی۔ دوپہر کی ہانڈی بھی نہیں چڑھائی آج اس نے۔'' وہ مسلسل اپنی کام والی کو کوس رہی تھیں۔

''کیا........؟'' اعیان کو جھٹکا لگا۔ اُسے محسوس ہوا، شاید سننے میں غلطی ہوئی ہو۔

''کھانا بھی وہی پکاتی ہے؟''

''ارے ہاں۔ وہی کمبخت پکاتی ہے۔ پہلے خانساماں رکھا ہوا تھا۔ وہ بھی ایسے ہی حیلے بہانوں سے بھاگ گیا تو مجبوراً دو ہفتوں سے اسی سے کام چلا رہے ہیں، جب تک کسی اچھی خانساماں کا بندوبست نہیں ہو جاتا۔'' وہ آرام سے بولیں۔

اعیان کی طبیعت مکدر ہونے لگی۔

اُس کی امی بھاری وجود کی تھیں۔ دوسرے جوڑوں کا درد اُنہیں کچھ کرنے نہیں دیتا تھا۔ کپڑے دھونے اور صفائی کرنے کے لئے انہوں نے بھی ملازمہ رکھی ہوئی تھی۔ مگر کچن کی ذمہ داری انہوں نے کبھی بھی نہیں چھوڑی تھی۔ اور اب پچھلے سال سے یہ ذمہ داری خود بخود نائمہ پر آ پڑی جو اعیان سے چھوٹی تھی اور بی اے کے پیپرز کے بعد فارغ ہوئی تھی۔

بقول اُس کی امی کے۔ ''ہانڈی بھی خود نہیں پکائی عورت کو تو اور کرنا ہی کیا ہے؟''

''تو آنٹی! آپ خود ہانڈی پکایا کریں۔ گھر کی عورتوں کے ہاتھ سے پکے کھانے کی خوشبو ہی اور ہوتی ہے۔'' وہ رہ نہیں سکا تھا۔

''افوہ........کون ان جھنجٹوں میں پڑے۔ ہر وقت لہسن، پیاز ہی بنے رہو۔'' وہ اُکتاہٹ سے بولیں۔ انہیں ہر وقت تک سک سے تیار اور خوشبوؤں میں بسے رہنے کی عادت تھی۔

اعیان نے گہری سانس بھری۔ 'تیرا پتہ نہیں، کیا بننے والا ہے، اعیان! ساس صاحبہ کے فرمودات ایسے ہیں تو پھر بیوی........؟'

''خیر، مالی کی بیوی کو بلوایا ہے میں نے۔ برتن تو وہ دھو ڈالے گی اور لنچ و ڈنر ہوٹل میں ہو جائے گا۔'' وہ مطمئن تھیں۔

اسی وقت مشعل چلی آئی۔

''تم آج صبح صبح........؟'' وہ حیران تھی۔

''محترمہ! باہر دھوپ چڑھی ہوئی ہے۔ آدھا دن گزر چکا ہے اور تمہاری صبح ہی شروع نہیں

ہو رہی۔'' اعیان نے طنز کیا تو وہ اثر لئے بغیر ہنستی ہوئی اس کے ساتھ ہی صوفے میں دھنس گئی۔ اعیان نے ایک نظر اس کی والدہ کو دیکھا مگر وہ لاپروائی سے چینل سرچنگ میں مصروف تھیں۔ اعیان ٹھنڈی سانس بھرتا اس کی جانب متوجہ ہوا۔

''ڈرائنگ روم میں چلتے ہیں۔ تمہیں نئی پینٹنگ بھی دکھانی ہے، جو ڈیڈ نے مہنگے داموں خریدی ہے۔'' مشعل اُٹھ کھڑی ہوئی تو مجبوراً اعیان کو بھی اُس کی تقلید کرنا پڑی۔

''ماما! چائے تو بھجوا دیں ذرا۔'' چلتے چلتے اُس نے کہا تو وہ ناگواری سے بولیں۔

''فاطمہ نہیں آئی آج بھی۔''

''اوہ نو........چھٹی کریں، ماما! اس کی۔ ذلیل عورت۔'' وہ فوراً غصے میں آ گئی۔ پھر اعیان کے ساتھ چلتے ہوئے بتانے لگی۔

''ان لوگوں کو ہڈی ڈالتے رہو، تب بھی ان کی اکڑ ختم نہیں ہوتی۔''

اعیان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

'ہڈی ڈالنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟''

''اپنے نئے کپڑے، جوتے اور پتہ نہیں کیا کیا۔ ہر چیز اُسی کو دیتی ہوں۔ ثواب کا ثواب اور کام بھی نکل جاتا ہے۔'' وہ آرام سے بولی تھی۔

'ہونہہ، ثواب۔' اعیان کو حقیقتاً اُس کی سوچ پر تاسف ہوا تھا۔

''ہڈی ڈالنے کو تم ثواب سے تشبیہ دے رہی ہو یا ثواب کو ہڈی ڈالنے سے؟'' وہ تلخی سے پوچھنے لگا تو مشعل ٹھٹکی۔

''کیا مطلب؟''

''دے دلا کے اسے ''ہڈی ڈالنا'' کہہ کر بہت سا ثواب کما لیا ہے تم نے۔'' وہ تمسخرانہ انداز میں بولا تو اُس نے لاپروائی سے سر جھٹکا۔

''تو نہ سہی۔''

''بات کرتے وقت تو کم از کم دھیان کرو۔ انسان اور جانور میں فرق ہوتا ہے۔'' اعیان کو اُس کا انداز قطعاً پسند نہیں آیا تھا۔

''تم کیا صبح صبح مجھے نصیحتیں کرنے آئے ہو؟'' مشعل نے زِچ ہو کر تیکھے چتون سے اُسے دیکھا۔ وہ بھی خفگی سے پُر لہجے میں بولا۔

''تم ہی نے موڈ خراب کیا ہے۔ ورنہ میں تو بے حد گڈ نیوز لے کر آیا تھا۔''

''اچھا، تو وہ ''بے حد گڈ نیوز'' کیا ہے؟'' مشعل شوخی سے بولی۔ مجبوراً اعیان کو بھی اپنا موڈ

بدلنا پڑا۔

اب وہ دونوں ڈرائنگ روم میں اسی خوب صورت اور بہت مہنگی پینٹنگ کے سامنے موجود تھے۔

اعیان نے ستائشی نظروں سے پینٹنگ کو دیکھا۔

''بہت خوب صورت۔''

''کون؟'' مشعل اٹھلا کر اس کے سامنے آئی۔ اعیان مسکرا دیا۔

''پینٹنگ۔''

''بدذوق.......'' مشعل نے ناک چڑھائی تھی۔

''خوشخبری نہیں پوچھو گی؟'' اعیان نے اُسے یاد دلا دیا۔

''بتا بھی دو اب۔''

''میرے پوسٹنگ آرڈر آ گئے ہیں۔'' وہ سسپنس بھرے انداز میں بولا تو مشعل نے طنز کیا۔

''کہاں کے؟....... چیچو کی ملیاں؟''

''بے وقوف! کنٹری سائیڈ۔'' وہ مسکرا کر کہنے لگا تھا کہ وہ چلا اُٹھی۔

''مائی گڈنیس۔ امریکہ، یورپ.......؟'' اعیان نے مسکرا کر سر ہلایا تو وہ فرطِ جذبات سے بے حال ہو کر اس سے لپٹ گئی۔

''اوہ، آئی لو یو، اعیان!'' اُس کے سینے پر سر رکھتے ہوئے وہ جوش سے بولی۔ جب کہ اعیان اُس کی اس قدر بے باکی پر متحیر سا کھڑا تھا۔

''مجھے پتہ تھا، تمہاری پوسٹنگ بہت اچھی جگہ ہو گی۔ سی۔ ایس۔ ایس کلیئر کرنا، وہ بھی اتنی اچھی پوزیشن میں، بچوں کا کھیل نہیں ہے۔'' مشعل نے مسکراتے ہوئے سر اُٹھایا۔ وہ اُلجھن بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''کیا ہوا؟'' وہ شرارت سے پوچھنے لگی۔

اعیان نے اُسے پیچھے کرنا چاہا۔

''یہ ٹھیک نہیں ہے۔''

''ایک تو تم نا.......'' مشعل چڑ کر کچھ کہتے کہتے رک سی گئی۔ ''کبھی اچھا سا خوش بھی ہو لینے دیا کرو۔''

''اور بھی بہت سے ''اچھے'' طریقے ہیں خوش ہونے کے۔ جاؤ، ذرا اپنے حسین ہاتھوں سے اچھی چائے بنا کے لاؤ۔ پھر دیکھنا میں کتنا خوش ہوتا ہوں۔'' اعیان نے شانوں سے تھام کے

زبردستی اسے پیچھے کیا تو وہ جیسے اُس کا مذاق اُڑانے لگی۔

''وہی، مڈل کلاس مردوں جیسی سوچ۔ پتہ نہیں، تم لوگ عورت کو کچن میں کام کرتے دیکھ کے ہی خوش کیوں ہوتے ہو؟''

اُس کی بات اعیان کو اچھی نہیں لگی تھی۔

''ہمارے ہاں عورت کچن میں کام کر کے خوش ہوتی ہے، اپنے مرد کے لئے۔ تصحیح کر لو۔''

''مگر میں ان میں سے نہیں ہوں۔'' وہ آرام سے بولی۔

''ان میں رچنے بسنے تو جا رہی ہو نا۔'' اعیان نے اُسے باور کرایا تو اُس کی آنکھیں چمکیں۔

''کبھی نہیں۔ ویسے بھی تمہاری پوسٹنگ کنٹری سائیڈ ہو رہی ہے۔ تو ہم کبھی اس ملک، کبھی اُس ملک۔ بس گھومنا، سونا، کھانا پینا۔''

''اور یہ کھانا پینا آئے گا کہاں سے؟'' اعیان نے چبھتے لہجے میں پوچھا۔

''ہوٹل سے۔ اور کہاں سے؟'' اُس کی توقع کے عین مطابق اس نے بالکل اپنی ماں جیسا ہی جواب دیا تھا۔

''مگر میں پسند کروں گا کہ میری بیوی اپنے ہاتھوں سے میرے لئے کھانا پکائے۔'' اعیان نے نرمی سے کہا۔ جواباً وہ ہٹ دھرمی سے بولی۔

''مگر میں چاہوں گی کہ میرا شوہر مجھے کبھی اس بات کے لئے فورس نہ کرے۔ میں اپنے والدین کی لاڈلی ہوں تو شوہر کی بھی لاڈلی بن کے رہوں گی۔''

''کیا بچگانہ پن ہے، مشی! مجھ سے اتنا بھی پیار نہیں ہے تمہیں؟'' اعیان کو اپنے گھر کا ماحول یاد آیا تو اُس نے مشعل کو پیار سے سمجھانا چاہا۔

''ہے نا۔ پیار تو بہت ہے۔ کہو تو ابھی عملی نمونہ پیش کروں؟'' وہ شوخی سے کہتے ہوئے اس کے قریب آئی۔

اعیان نے اسے پیچھے دھکیلا تو وہ اُس کا سرخ پڑتا رنگ دیکھ کر ڈھٹائی سے ہنسنے لگی۔

''تم تو لڑکیوں کو بھی مات کرتے ہو۔''

''مگر تم میں لڑکیوں والی کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ غصے سے بولا۔

''لڑکے تو بہانے ڈھونڈتے ہیں، اس سلسلے کے۔ اور تم.......''

''شٹ اپ، مشی!'' وہ ناگواری سے اسے ٹوک گیا۔

اُس کی آزاد روی کا یہ مظاہرہ اس نے پہلی بار دیکھا تھا اور درحقیقت اعیان کا دل ٹوٹ سا گیا۔ اُسے تزئین کا خود کو سینت سینت کر رکھنا یاد آیا۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ، اعیان! جب بھی میں ذرا اچھے موڈ میں ہوتی ہوں، تم کوئی نہ کوئی جھگڑا شروع کر دیتے ہو۔" مشعل کا بھی موڈ خراب ہونے لگا۔ اُس کا خیال تھا کہ اُس کے اس عمل کے بعد اعیان مزید کوئی پیش قدمی کرے گا۔ مگر اُس نے جس طرح اُس کی طبیعت صاف کرنا شروع کی تھی، اس نے مشعل کو غصہ دلا دیا۔

"اپنا یہ اچھا موڈ شادی کے بعد دکھانا۔" اعیان نے طنز کیا۔ اُس پر اُس کی طبیعت کا ہلکا پن اچھی طرح واضح ہو گیا تھا۔

"بالکل وہی باتیں، وہی انداز۔" وہ تیز لہجے میں بولی۔ "لگتا ہے، تنزین کی صحبت میں زیادہ ہی رہنے لگے ہو تم۔"

"تنزین کا یہاں کیا ذکر؟" اعیان نے ناگواری سے اُسے دیکھا۔

کس قدر حسین تھی وہ مگر اُس کی بے باکی نے اعیان کی طبیعت مکدر کر دی تھی۔

"ہاں، ذکر......؟" مشعل نے مصنوعی حیرت سے قہقہہ لگایا، پھر تلخی سے بولی۔

"ذکر کیا، پوری کی پوری تنزین موجود ہے ہمارے درمیان۔"

اعیان کو اُس کے لب و لہجے کی تلخی بری طرح چبھی۔

"یہ تمہارا دماغی خلل ہے، اور بس۔"

"اچھا......" مشعل نے تمسخر سے اُسے دیکھا۔ "کہو کہ تم اپنی پوسٹنگ کی خبر دینے سب سے پہلے میرے پاس آئے ہو۔" اُس کا انداز چیلنجنگ تھا۔ اعیان ٹھٹک گیا۔ واقعی، اُس نے یہ خبر سب سے پہلے تنزین کو ہی سنائی تھی۔

"تمہارا دماغ خراب ہے، مشی! اور کچھ نہیں۔" وہ اتنا ہی کہہ سکا۔

"ہاں۔ میرا دماغ خراب ہے اور تنزین کی نیت۔" وہ زور سے بولی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ جیسے غرایا تھا۔

"صحیح کہہ رہی ہوں۔ قابو میں کر رکھا ہے اس نے تمہیں۔ تب ہی تو میرا ہونے سے ڈرتے ہو۔"

اتنی پڑھی لکھی اور ماڈرن لڑکی کا گھٹیا اندازِ گفتگو اعیان کو جھلسا کر رکھ گیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ وہ تنزین کی کامیابیوں سے جلتی ہے مگر وہ اس کے متعلق ایسی گری ہوئی سوچ رکھتی ہے، یہ اعیان کے وہم و گمان میں ہی نہ تھا۔

"بکواس بند کرو، مشعل!" اُس کا خون کھول اُٹھا۔

"بکواس نہیں، حقیقت ہے اعیان! اسی لئے وہ عبید کو لفٹ نہیں دیتی اور تم مجھے۔" وہ زہرخند

ہو کر بولی تھی۔

"تم...... اسٹوپڈ!" اعیان دانت پیس کر آگے بڑھا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی، زوردار تھپڑ نے اُس کا چہرہ گھما دیا تھا۔ اس اچانک حملے نے مشعل کو چند ثانیوں کے لئے منجمد کر دیا۔ وہ اعیان سے اس عمل کی توقع نہیں کر رہی تھی۔

ہر بار کی طرح لڑائی اور پھر صلح......

مگر آج شاید کچھ زیادہ ہی ہو گیا تھا۔

"میں دوبارہ شاید تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہوں گا۔"

وہ آگ برساتے لہجے میں کہتا ٹھوکریں مارتا چلا گیا۔ مشعل وہیں کھڑی چلانے لگی۔ اُس کی ماما افتاں و خیزاں وہاں آئی تھیں۔ وہ ان سے لپٹ گئی۔ وہ بار بار اس سے رونے، چیخنے کی وجہ پوچھ رہی تھیں۔

یہ پہلی بات تھی جو اُس نے تنزین سے چھپائی تھی۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مذاق ہی مذاق میں مشعل اس حد تک بھی جا سکتی ہے۔

تب ہی شاید اُس نے تنزین کا رشتہ عبید سے کرانے میں اتنی دلچسپی لی تھی۔

اعیان کو خیال آیا۔

اور عبید سے اُس کا رشتہ نہ بھی ہوتا، تب بھی تنزین کو بہت پسند کرنے، اُس کی خوبیوں کا معترف ہونے کے باوجود اعیان نے کبھی اُسے شادی کرنے کے نظریے سے نہیں دیکھا تھا۔

وہ اُس سے ڈیڑھ سال بڑی تھی۔

امی نے اعیان سے بات تو کی تھی تنزین کے متعلق اور شاید وہ ہاں بھی کر دیتا۔ مگر اس وقت تک وہ مشعل سے کمٹ منٹ کر چکا تھا۔

اور مشعل......

اسے سوچ کر ہی کراہت محسوس ہوئی۔

گھٹیا سوچ اور گھٹیا ذہن کی مالک۔

'کیا دیکھ کے پسند کر لیا میں نے اُسے؟ محض شکل و صورت؟'

وہ خود پر افسوس کر رہا تھا۔

اور تنزین...... اُس کے متعلق تو امی نے خود پوچھا تھا مجھ سے۔ افسوس! ہیرا چھوڑ کے جلتا کوئلہ ہاتھ میں لے لیا میں نے۔" اُس کی سوچ نے پلٹا کھایا تھا۔

☆☆☆

"میں بات کروں، عبید سے؟"

وہ اُس سے پوچھ رہا تھا۔

"تم کیا بات کرو گے؟" تزین نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"یہی کہ وہ تمہیں تنگ کرنا بند کرے۔ اور یہ کہ ہمارے گھرانے میں یوں آزادانہ ملنا ملانا پسند نہیں کیا جاتا۔"

اعیان نے کہا تو وہ مسکرائی۔

"وہ مجھے تمہاری اور مشعل کی مثالیں دیتا ہے۔ تم اسے کیا سمجھاؤ گے؟"

"کیوں؟ ہماری کیوں مثال دیتا ہے؟" اعیان کو غصہ آیا۔

"اوفوہ! بات ختم کرو۔ پتہ نہیں، مجھے بھی ہر بات تم سے شیئر کرنے کی بیماری کیوں ہے۔"

تزین جیسے پچھتائی تھی۔

"میں اس سے نہ صرف ملوں گا بلکہ بات بھی کروں گا۔" اعیان نے اٹل انداز میں کہا تو وہ، جو عبید کے تیور دیکھ چکی تھی، فی الفور بولی۔

"نہیں...... تم اس سے کچھ نہیں کہو گے۔ وہ خاموش ہے، یہی بہتر ہے۔"

"کل کو وہ کوئی اور ڈیمانڈ لے کے آجائے گا۔"

"تب دیکھا جائے گا۔"

"ماموں جان نے اسے اتنی کھلی چھوٹ کیوں دے رکھی ہے؟" وہ بے چین ہونے لگا۔

اُسے مشعل کے بے باک انداز یاد آئے۔

عبید تو پھر ایک مرد تھا۔ اُس کی آزادی کی بھلا کیا حد ہوتی۔

"ان کے خیال میں اتنا اچھا رشتہ ہاتھ سے نکلنا نہیں چاہئے۔"

"ہزاروں اچھے پڑے ہیں، اس دنیا میں اُنہیں یہی ملا تھا، تمہارے لئے؟" وہ بولا تو تزین نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"اور ان ہزاروں میں سب سے پہلا کون ہے؟" اس نے مذاق سے پوچھا تو وہ بے اختیار بولا۔

"میں......"

تزین کی نگاہ ساکت ہوئی۔

وہ مذاق میں بھی کبھی ایسی کوئی بات نہیں کیا کرتا تھا۔

"شٹ اپ......"

"او کے۔ میں شٹ اپ ہو جاتا ہوں۔" وہ مؤدب ہوا۔

"اور تم، عبید سے بھی نہیں ملو گے۔ میں ابو سے کہنے کی کوشش کروں گی۔ خوامخواہ میں رشتہ خراب ہو رہا ہے۔"

تزین نے کہا تو اُس نے سر ہلا دیا۔

مگر اسی شام وہ عبید کے آفس میں موجود تھا۔

"کہئے جناب! آپ کو کیا کام پڑ گیا ہے؟" وہ جانچتی نگاہوں سے اعیان کو دیکھ کر بولا تھا۔

تزین سے رشتہ داری کے ناتے اسے اچھے انداز میں اعیان سے ملنا چاہئے تھا۔ لیکن اس خیر سگالی جذبے کا فقدان تھا اس کے انداز میں۔

"میں تزین کے حوالے سے بات کرنے آیا ہوں۔" وہ قدرے مسکرا کر دوستانہ انداز میں بولا۔

عبید کی آنکھوں میں حیرت چمکی۔ پھر وہ وسیع ٹیبل پر آگے کی طرف جھکا۔

"کیا مطلب ہے، تمہارا؟"

اعیان کھنکھارا۔

"میں آپ کو صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ تزین اس ٹائپ کی لڑکی نہیں ہے، جیسا آپ چاہ رہے ہیں۔"

اپنی طرف سے اس نے بہت پُر اثر انداز میں بات شروع کی مگر مقابل بھرا بیٹھا ہے یہ اُس کے فرشتوں کو بھی علم نہ تھا۔

"میں بہت اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اُس کی بھی اور تمہاری بھی ٹائپ۔" وہ پھنکار کر بولا تو اعیان کے حواس الرٹ ہو گئے۔ بات بھول کر تحیر سے اُسے دیکھا۔

"اُس کے حیلے بہانے تو میں کئی دنوں سے سن رہا تھا۔ اگر آج تم نہ آتے تو میں سمجھتا کہ مشی جھوٹ بول رہی ہے۔ لیکن اب مجھ پہ اچھی طرح واضح ہو گیا ہے کہ تمہارے ہوتے ہوئے اُسے کسی منگیتر کی ضرورت ہی نہیں۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟" اعیان کا خون کنپٹیوں میں ٹھوکریں مارنے لگا۔

"اچھا گیم کھیل رہے تھے تم دونوں۔ دونوں اِدھر اُدھر سے اکٹھی کرنے کے لئے منگنیوں کے کھیل رچا لئے اور عشق و عاشقی ایک دوسرے سے۔ واہ......"

مشعل جانے اُس کے کس طرح کان بھرتی رہی تھی۔

"شٹ اپ۔" اعیان بے قابو ہونے لگا۔

''یو شٹ اپ۔ اور یہاں سے نکل جاؤ۔'' عبید نے حقارت سے کہتے ہوئے دروازے کی طرف اشارہ کیا تو اعیان پھنکارا۔

''پچھتاؤ گے تم ایک دن۔ یاد رکھنا۔''

عبید نے ایک بار پھر دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

وہ آفس سے باہر نکلا تو لٹا پٹا سا تھا۔

ان دنوں تو جیسے پوری دنیا ہی اعیان سے خفا ہو رہی تھی۔ ہر کوئی دونوں منگنیاں ختم ہونے کا سزاوار اسی کو ٹھہرا رہا تھا۔

اُس نے ہزار دلیلیں دیں مگر کوئی بھی اُس کی بات سننے کو تیار نہ تھا۔

اور ابو جی۔

وہ تو جو کرتے، وہ کم تھا۔ وہ تو پہلے ہی مشعل کے گھرانے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اندر سے تو شاید یہ رشتہ ختم ہونے پر خوش تھے، مگر تزئین کے معاملے پر اسی کو خطاوار سمجھ رہے تھے۔

ماموں جان نے صاف لفظوں میں اُسے گھر داخل ہونے سے منع کر دیا تھا۔ اس بات نے اعیان کو بہت تکلیف پہنچائی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تزئین اُس کا فون اٹینڈ نہیں کر رہی تھی۔

امی بار بار روتیں۔

''میرا تو میکہ ہی ختم ہو گیا۔''

ایک بھائی ہی تو تھا۔ اس کے گھر کا دروازہ بھی بند ہوا جا رہا تھا۔

''میری لاڈلی بھتیجی۔ اس نالائق نے داغ لگا دیا اس بے چاری کو۔''

اعیان کو ان کے الفاظ پر سخت اعتراض تھا مگر صورت حال ہی کچھ ایسی تھی کہ وہ سننے پر مجبور تھا۔

''ابو نے امی کو تسلی دی ہے کہ ان کے بھائی کو منا لیں گے۔'' نائمہ نے رازداری سے اسے بتایا تو وہ متجسس ہوا۔

''وہ کیسے؟''

''آپ کی اور تزئین آپا کی شادی کر کے۔''

وہ بے نیازی سے بولی تو اعیان کو لگا، جیسے چھت اُس کے سر پہ آ گری ہو۔



''دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟ یوں ہی بکواس کیے جا رہی ہو۔'' وہ یوں اُچھلا جیسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ نائمہ نے منہ بنایا۔

''میں نے خود سنا ہے۔ امی، ماموں جی کی طرف سے بہت پریشان تھیں۔ وہ ساری صورت حال کا ذمہ دار آپ کو قرار دے کر امی سے ناراض ہو چکے ہیں۔ سو ابو نے انہیں راضی کرنے کا یہی حل بتایا ہے......... بہت قطعی انداز میں۔'' آخر میں وہ زور دے کر بولی تھی۔

''اور میں بھی اس رشتے سے قطعی طور پر انکار کر رہا ہوں۔'' وہ یوں دانت پیس کر بولا، جیسے تزئین رضا سے جانے کتنے جنموں سے دشمنی رہی ہو۔

نائمہ تو حیرت کے مارے مرنے کے قریب ہو گئی۔

''میں نے تو سوچا تھا، آپ خوشی کے مارے اچھل پڑیں گے۔'' مایوسی سے بولی تو وہ اور بھڑکا۔

''ایسی کون سی سو کروڑ کی لاٹری نکل آئی ہے میری؟ جاؤ اور جا کر بتا دو سب کو کہ میں یہ شادی نہیں کروں گا۔''

''لو بھلا، مجھے کیا پڑی ہے جوتے کھانے کی؟ جا کے خود اعلان کرتے پھریں بغاوت کا۔ ابو جی کو جانتے نہیں ہیں جیسے۔'' نائمہ بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے اُٹھ گئی۔ اور پیچھے اسے جلنے، کڑھنے اور تلملانے کو چھوڑ گئی۔

''تزئین رضا.........''

اسے سوچ کر ہی غصہ آنے لگا۔ وہ اس کی بہترین دوست ہوا کرتی تھی۔ پرسوں آنے والے فون سے پہلے تک وہ واقعی اسے اپنی بہترین دوست مانتا تھا۔

عبید کی طرف سے بات ختم کیے جانے اور ماموں جان کی طرف سے قطع تعلقی کے اعلان کے بعد یہ اُس کی پہلی فون کال تھی۔ وگرنہ اس سے پہلے نہ تو تزئین نے خود کوئی رابطہ رکھا اور نہ

ہی اعیان کی کوئی کال ریسیو کی تھی۔

''السلام علیکم!......کیسی ہو تم؟'' اعیان کو اس کی فون کال پا کر خاصی خوشی ہوئی تھی۔

''بہت خوش ہوں۔ میری زندگی میں چار چاند جو ٹانک دیئے ہیں تم نے۔'' اُس کے تلخی سے بھرپور جواب نے لحظہ بھر کو اعیان کو خاموش کرا دیا۔

''میں خود بھی اس سلسلے میں تم سے بات کرنا چاہتا تھا، تانی! مگر تم میری کال ہی اٹینڈ نہیں کر رہی تھیں۔''

وہ معاندانہ انداز میں بولا تو وہ پھٹ پڑی۔

''ہاں......کیونکہ میں تم سے کوئی واسطہ رکھنا نہیں چاہتی۔''

''تانی......'' وہ اُس کے ردِعمل پر ششدر رہ گیا۔

وہ تو سوچے ہوئے تھا کہ جیسے بھی سہی مگر اس رشتے کے ختم ہونے اور عبید جیسے شخص سے پیچھا چھوٹنے پر وہ اُس کی ممنون ہوگی۔ مگر یہ وہ کیا کہہ رہی تھی۔

''میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا عبید سے ملنے کو۔ پھر بھی تم نے اپنی من مانی کی۔ تم ہوتے کون ہو میرے گارجین بننے والے؟ میرے بڑے موجود تھے، اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے۔ پھر تمہیں کیا تکلیف تھی اس معاملے میں پڑنے کی؟''

یہ پہلی بار تھی وہ اعیان سے اس لب و لہجے میں بات کر رہی تھی۔ اور یہ پہلی ہی بار تھا کہ اعیان کو اس سے بات کرتے ہوئے الفاظ ختم ہوتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔

''مگر تم خود عبید کے مطالبات سے تنگ تھیں......'' اس نے کہنا چاہا مگر وہ درشتی سے اس کی بات کاٹ گئی۔

''وہ میرا مسئلہ تھا۔ تمہیں کیا تکلیف تھی؟''

اعیان کو اُس کی بات پر افسوس ہوا۔

''جو تمہیں تکلیف پہنچائے، وہ درحقیقت مجھے تکلیف پہنچاتا ہے، تانی!''

''شٹ اپ......شٹ اپ اعیان مصطفیٰ!'' وہ اس قدر غصے سے چیخی کہ حد نہیں۔ ''خبردار، جو مجھ سے یہ فضول ڈائیلاگ بازی کی تو۔ اور یاد رکھنا، میں زندگی میں تم سے بات کرنا تو دور تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔ مجھے نفرت ہے تم سے۔''

وہ اُس کی کال ریسیو نہیں کر رہی تھی تو اعیان نے سوچا کہ وہ غصے میں ہے......مگر وہ اس سے اس قدر برا برتاؤ کرے گی، یہ اعیان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

'تو کیا اس نے نہ، نہ کرتے بھی اپنی دنیا عبید تک محدود کر لی تھی؟' وہ بے یقینی سے بے جان

ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہ گیا۔ 'وہ اندر سے عبید کو پسند کرنے لگی تھی اور میں نے سارا معاملہ ہی بگاڑ کے رکھ دیا۔'

عظیم نقصان کے خیال ہی سے اعیان کا دل ڈوبنے لگا تھا۔ وہ تنزین کو کبھی بھی ذرا سا بھی دکھ پہنچانے کا نہیں سوچ سکتا تھا۔

'اور یہاں شاید زندگی میں سب سے بڑا دکھ اسے مجھ ہی سے پہنچ گیا۔'

اس نے تاسف سے سوچا تھا......مگر یہ وقتی طور کا تاسف تھا۔ یہ وقتی طور کی پشیمانی تھی۔

اس کے بعد جب بھی اعیان نے تنزین کی گفتگو اور انداز کو سوچا، اسے طیش ہی آیا۔

'تو اس کے لیے وہ شخص ہی سب کچھ ہو گیا۔ میں کچھ نہیں رہا۔ ایک تو اسے اس شخص کی بے ہودہ گوئی سے نجات دلائی، اوپر سے وہ میرا احسان ماننے کے بجائے......'

دوستی کا جذبہ کہیں دور جا سویا تھا۔

'مجھے بھی تم سے نفرت ہے، تنزین رضا! اور تم ایک بار میری شکل دیکھنا نہیں چاہتیں، میں دو بار بلکہ سو بار تمہاری شکل دیکھنا نہیں چاہتا۔'

اُس نے بھی مصمم ارادہ کر لیا تھا......مگر اب یہ نیا جھنجھٹ......تقدیر کیا کھیل کھیلنے والی تھی۔

جب وہ دونوں بہترین دوست تھے، تب تو ایسا کچھ نہ ہو سکا۔ اور اب جب کہ دونوں ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کے بھی روادار نہ تھے، قسمت انہیں مستقل ایک دوسرے کی شکلیں دکھانے کا بندوبست کرنے میں جت گئی تھی۔

'مگر میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گا۔' اُسے پھر سے تنزین کا انداز یاد کر کے غصہ آنے لگا۔

اس کے انکار نے پہلے تو امی کو ششدر کر دیا۔ وہ بے حد بے یقینی سے اسے دیکھے گئیں۔

''تنزین......تانی سے شادی کو کہہ رہی ہوں۔'' انہوں نے اپنی بات پر قدرے زور دے کر کہا کہ شاید اس نے ٹھیک سے سنا نہ ہو۔

''اور میں بھی تنزین......تانی کے رشتے سے انکار کر رہا ہوں۔'' وہ ان ہی کے انداز میں بولا۔

''دماغ تو خراب نہیں ہو گیا تمہارا؟'' اب وہ متحیر ہونے لگیں۔

''دماغ خراب ہوتا تو انکار نہ کرتا۔'' وہ پلیٹ میں سے سیب اٹھا کر دانتوں سے کترنے لگا۔

''بکواس......'' امی نے سمجھا، وہ مذاق کر رہا ہے۔

''مجھے تنزین رضا سے شادی نہیں کرنی ہے۔'' وہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولا تو وہ

جھنجلا گئیں۔

''کیوں نہیں کرنی ہے؟''

''کیونکہ میں نہیں چاہتا۔''

''کیوں نہیں چاہتے؟'' امی نے گھورا۔

اب وہ کیا بتلاتا اپنی دشمنی کی تفصیل۔ بلکہ امی تو شاید اس بہادری پر اپنی بھتیجی کو گلے لگا کر داد دیتیں۔ وہ تو پہلے ہی اعیان کی کافی طبیعت صاف کر چکی تھیں، اور ابو جی۔

''کیسی چالاکی سے بدلہ لے رہے ہیں نہ ڈانٹنے کا۔'' اعیان کو گلہ تھا۔

''سو وجوہات ہوتی ہیں امی!'' اُس نے مبہم انداز میں کہا۔

''اچھا جی۔ تو ان میں سے صرف ایک مضبوط سی وجہ بتا دو، اس شادی سے انکار کی تو میں بھی مان جاؤں۔'' وہ بھی اس کی ماں تھیں۔ طنز سے بولیں۔

اب وہ ''وجہ تسمیہ'' کیا بتاتا۔ جو منہ میں آیا، وہی بک دیا۔

''وہ......وہ مجھ سے ڈیڑھ سال بڑی ہے۔''

''ڈیڑھ سال بڑی ہے؟......ڈیڑھ سال تو بڑی نہیں۔'' امی نے اس کے اعتراض کے پرخچے اُڑائے تو ان کے لیے چائے کا مگ لاتی نائمہ کی ہنسی نکل گئی۔

اعیان نے اُسے کھا جانے والے انداز میں دیکھا۔

''تم......چالاکو بلی کن سوئیاں لیتی رہتی ہو۔''

''جی نہیں۔ مجھے کسی قسم کی کن سوئیاں لینے کی ضرورت نہیں۔ میں تو اپنے کام سے آئی تھی۔'' اُس نے چائے کا مگ امی کو پکڑاتے ہوئے ناراضگی سے کہا تو وہ بے رُخی سے بولی۔

''تمہارا کام ہو گیا نا......جاؤ اب یہاں سے۔''

وہ منہ بناتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ اسے کتنی خوشی تھی، تنزین کو بھابی بنانے کی۔ مگر اعیان کی ہٹ دھرمی یہ موقع گنوانے والی تھی۔

'تانی آپا کو ساری صورتِ حال بتا کر مشورہ طلب کرتی ہوں۔ پھر دیکھتی ہوں، موصوف کیسے انکار کرتے ہیں۔'

اسے بھی اعیان کی طرح تنزین کے مشوروں پر اعتبار تھا۔ اپنی سوچ پہ خود کو شاباش دیتی فون اسٹینڈ کی طرف بڑھی۔ مگر اُسے نہیں معلوم تھا کہ وہ اس رشتے کی جڑ میں بے اعتمادی کا بیج بونے جا رہی ہے۔

ادھر وہ مسلسل امی کی تفتیش کی زد میں تھا۔

''اعیان! فضول باتیں کر کے میرا دماغ مت کھاؤ۔ پہلے ہی اپنی منگنی توڑ چکے ہو۔ بلکہ اس بے چاری کی بھی منگنی تڑوا چکے ہو۔ اب کیا چاہتے ہو دونوں، ''کنوار کوٹھا'' ڈال کر بیٹھو گے؟'' امی کو غصہ آنے لگا۔

''میں نے اس کی منگنی نہیں تڑوائی۔ اس خبیث نے خود توڑی ہے۔'' وہ جلبلایا۔

''وجہ تو تم ہی بنے نا۔'' امی نے تاسف سے کہا۔ ''اتنی فضول باتیں سننا پڑیں ان لوگوں کو۔''

''سب ہمارے متعلق اچھی طرح جانتے ہیں۔'' وہ اپنی اچھی شہرت پر مطمئن تھا۔

''مگر تمہاری منگنی کا ٹوٹنا اور ساتھ ہی تانی کی بات ختم ہونا اس بات کو ہوا دے رہا ہے کہ بات ضرور کچھ تھی۔'' امی نے جتایا۔

''اور آپ ہماری شادی کروا کے اس کچھ پر یقین کی مہر ثبت کرنا چاہ رہی ہیں؟'' اعیان نے جھنجلا کر کہا۔

''ایسی باتیں کر کے تم اتنی اچھی لڑکی ہاتھ سے گنوا دو گے۔ دوسری مرتبہ۔'' عالیہ بھابی نے اندر داخل ہوتے ہوئے لقمہ دیا۔ اس نے سر جھٹکا۔

''کیا بات ہے؟ کھل کے بتاؤ۔ تانی سے لڑائی تو نہیں ہوئی؟'' بھابی نے اس کے انداز میں چھپی خفگی بھانپتے ہوئے پوچھا تھا۔

''آج تو نہیں ہوئی تھی۔ اسی کی اکڑ ختم نہیں ہو رہی۔ شکر نہیں کرتا کہ تنزین کے لیے اس کا رشتہ قبول کیا جا رہا ہے۔'' اس کی امی کی بات نے اب کی بار تو اسے تڑپا کے ہی رکھ دیا۔

''میں کون سا لنگڑا لولا ہوں خدانخواستہ یا پھر میری ناک بہتی رہتی ہے؟''

''اوفوہ......اب تو بھابی کو پورا یقین ہو گیا کہ اندرونِ خانہ کچھ نہ کچھ ہے ضرور۔''

''دیکھا......دیکھا اسے۔'' امی فوراً روہانسی ہو کر بھابی کی تائید چاہنے لگیں۔

''سنی اس کی باتیں؟ پہلے تو ہر وقت تانی یہ، تانی وہ، بس نہیں چلتا تھا کہ اس کے نام کی مالا جپنا شروع کر دیتا اور اب جب کہ شادی کا معاملہ چلا ہے تو لنگڑے لُولے بہانے بنا رہا ہے۔''

''وہ بہت اچھی لڑکی ہے امی! بہت بہترین لڑکی ہے۔ کوئی خوش نصیب ہی ہو گا جس سے اس کی شادی ہو گی۔''

اسے یک بارگی خیال آیا کہ نئی نئی دشمنی اپنی جگہ مگر عالیہ بھابی کے سامنے وہ بلاوجہ شادی سے انکار کر کے تنزین کی پوزیشن ڈاؤن کر رہا تھا۔ جانے کیا سوچیں۔ سو بڑے خلوص اور زور و شور سے تنزین کی تعریف کرنے لگا۔ مگر یہ خبر نہ تھی کہ ابو جی نے ابھی ابھی کمرے میں قدم رکھا تھا اور وہ بھی اس ''تعریفی سند'' سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔

''لو...... تم ایسے ہی پریشان ہو رہی تھیں۔ دولہے میاں تو تیار بیٹھے ہیں۔'' انہوں نے امی کو تادیبی انداز میں کہا، پھر اس کی طرف مڑے۔

''یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔ اس لیے سدھارنا بھی تم ہی کو تھا۔ اچھی بات ہے کہ تزین اس گھر میں آئے۔ ہمیں ایسی ہی لڑکی کی ضرورت تھی، جو گھر کو بنا کے اور دلوں کو جوڑ کے رکھے۔''

''لو جی! نہ ہینگ لگی نہ پھٹکری اور رنگ بھی خوب سے خوب تر آ گیا۔''

عالیہ بھابی بھی بدمزہ ہو کر اٹھ گئیں۔

امی کے چہرے پر چھائی خوشی اعیان کو گہری سانس بھرنے پر مجبور کر گئی۔ وہ اندر ہی اندر خود کو سمجھانے لگا۔

مگر شاید تزین کو ایسی کوئی مجبوری نہیں تھی۔

اگلے روز امی اور عالیہ بھابی پورے اہتمام کے ساتھ رشتہ لے کر گئیں اور واپسی پر بے حد خوش لوٹیں۔

''شکر ہے میرے خدا کا۔ بھائی صاحب بہت خوش ہیں۔'' امی تو بار بار ایک ہی فقرہ کہے جا رہی تھیں اور ان کی خوشی دیکھ دیکھ کر اعیان ٹھنڈا پڑتا جا رہا تھا۔

میکے میں لے دے کے ایک بھائی ہی تو بچا تھا، وہ بھی اس کی بے وقوفی کی وجہ سے چھوٹ رہا تھا۔ اب اگر ذرا سی قربانی سے حالات سدھر سکتے تھے تو وہ کیوں نہ کوشش کرتیں۔

'عزتِ نفس کی قربانی۔' اعیان نے ٹھنڈی آہ بھری تھی...... مگر شام کو آنے والے فون نے تمام فساد ایک بار پھر سے کھڑا کر دیا۔

''تم...... تمہاری جرأت کیسے ہوئی اپنا رشتہ بھیجنے کی؟'' دوسری جانب تزین رضا تھی، سخت غصے میں۔ اعیان کا دماغ بھی گھومنے لگا۔

''مجھے کوئی شوق نہیں تھا، محترمہ سے شادی کرنے کا۔ امی اگر آئی تھیں تو اپنی خوشی سے۔ اپنے بھائی کو راضی کرنے کے لئے۔ ورنہ کوئی پاگل ہی ہوگا، جو تم سے شادی کرے گا۔''

''اور کوئی عقل کی اندھی ہو گی جو تم سے شادی کرے گی، اعیان مصطفیٰ!'' وہ بھی چیخی تھی۔

اعیان کو غصہ آیا۔ دوستی گئی بھاڑ میں اور اخلاقیات گئیں گھاس کھانے۔ اس قدر بے عزتی۔

''تو کیوں بن رہی ہو عقل کی اندھی؟ مجھے فون کرنے سے بہتر تھا اپنے والد صاحب سے بات کرتیں۔'' سلگ کر کہا تو وہ چبا چبا کر بولی۔

''وہ بھی تمہارے ہی ماموں ہیں۔''

''میرے پاس فضول باتیں سننے کا ٹائم نہیں ہے محترمہ!'' وہ بے رخی پر اتر آیا تھا۔

''او کے...... مگر فوراً سے پیشتر اپنا رشتہ واپس لے لو۔ میں مر کر بھی یہ شادی نہیں کروں گی۔'' وہ اٹل انداز میں کہتی کہیں سے بھی اسے ''اپنی تزین'' نہیں لگی تھی، جس کے ساتھ وہ ہر بات، ہر مسئلہ شیئر کیا کرتا تھا اور جس کی خوش گفتاری کا دل سے قائل تھا۔

''پر میں کیوں......؟'' وہ بھی اپنی بات پر زور دیتا ہوا بولا۔ ''میں کیوں اپنے کندھے پر یہ بندوق رکھوں؟ میرے لئے سب سے محترم ہے میری ماں کی خوشی اور میں یہ خوشی انہیں دے چکا ہوں۔ اب واپس نہیں چھین سکتا۔'' وہ اٹل انداز میں بولا۔ ساتھ ہی جتا بھی دیا کہ اس رشتے میں فقط امی ہی کی رضا شامل ہے، اس کی نہیں۔ تھوڑی دیر کو وہ خاموش رہ گئی۔ پھر نپے ہوئے لہجے میں بولی۔

''تم جانتے ہو کہ میں، ابو کے سامنے اس رشتے سے انکار نہیں کر سکتی۔ جو بھی کرنا ہے، تم ہی کو کرنا ہے۔''

''واہ...... یہ اچھا رعب ہے۔'' اعیان نے طنز کیا۔ درحقیقت اُسے تزین کی بے بسی اور پسپائی پر مزہ بھی آیا تھا۔ ''اب دکھاؤ ذرا اکڑ۔''

''دیکھو، میرا دماغ خراب مت کرو۔'' وہ چلائی تو اعیان نے بے ساختہ ریسیور کان سے ہٹا دیا۔ پھر جیسے بڑے متاثر ہونے والے انداز میں بولا۔

''بڑی بدتمیز ہو۔ یہ کوالٹی کبھی پہلے تو نہیں بتائی تم نے۔''

''شٹ اپ، اعیان!''

''او یو شٹ اپ۔'' وہ بھی اُسی کے انداز میں ڈپٹتے ہوئے بولا تھا۔

''میں تمہاری زندگی اجیرن کر دوں گی۔ تم نے سمجھ کیا رکھا ہے مجھے؟ ادھر سے رشتہ توڑا، ادھر جوڑا۔''

وہ دانت پیستے ہوئے بولی تو اعیان کو زور سے ہنسی آئی۔

''اچھا...... یعنی تم نے میری زندگی میں آنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟'' بھولپن سے پوچھا تو دوسری طرف سے ریسیور پٹخ دیا گیا اور اب اعیان کو ہنسی آئے چلی جا رہی تھی۔ یہ تو بڑے مزے کی سچویشن تھی۔ وہ ہلکا پھلکا سا ہو گیا۔

''دیکھ لیتے ہیں تزین بی بی! کتنے دن تک یہ منہ نہیں دیکھو گی۔ ہم تو بڑے اہتمام سے منہ لے کے تمہیں بیاہنے آئیں گے۔'' وہ آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر مسکراتے ہوئے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

❁✪❁

اب جانے کیا اعتراض تھا۔ تین مرتبہ فون کر چکی تھی۔ اعیان نے ایک بار اسے سمجھانے کی عبث کوشش کر ڈالی۔

''جو ہوا، وہ کاتبِ تقدیر نے یوں ہی لکھا تھا، تانی! اور جو ہو رہا ہے، اسے بھی مشیتِ ایزدی سمجھ کر قبول کر لو۔ زندگی بہت آسان ہو جائے گی۔''

''بھول ہے تمہاری۔ مجھ سے شادی کر کے تم اپنی زندگی بہت مشکل بنا رہے ہو۔'' وہ کسی طور مان کے نہیں دے رہی تھی۔ جانے کیوں؟

''چلو، تمہاری تو آسان ہو جائے گی نا۔ میں بس صبر و شکر کر کے گزارہ کر لوں گا۔'' وہ معصومیت سے گویا ہوا، پھر ہنسنے لگا۔ دوسری جانب تنزین کا بس نہ چلا کہ ریسیور کسی طریقے سے اُس کے سر میں دے مارتی۔

''اب دیکھنا، میں کیا کرتی ہوں۔'' بڑے شعلہ فشاں انداز میں کہتے ہوئے اُس نے فون بند کیا تو وہ گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

اور پھر........ تنزین رضا اتنا ہی کر سکی کہ رمضان شریف سے ایک ہفتہ پہلے دُلہن بن کر اُس کے آنگن میں اُتر آئی۔

''دانت اندر رکھو۔ مسلسل ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار بن کے دکھا رہے ہو۔'' یہ غالب تھا، اُس کا چچا زاد اور نائمہ کا منگیتر۔ بارات کے پورے فنکشن کے دوران اعیان کو مسلسل بولتے اور قہقہے لگاتے دیکھ کر وہ رہ نہیں سکا تھا۔

''آج کے فنکشن کا ہیرو میں ہوں۔'' اعیان نے تفاخر سے کہا تھا۔

''بچے! اب تو تایا جان بھی تجھے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگے ہیں کہ کہیں تُو نے جان بوجھ کر تو تنزین کی منگنی نہیں تڑوائی تھی۔'' وہ دھمکانے والے انداز میں بولا تو اعیان کی بتیسی کو اندر جانے میں زیادہ ٹائم نہیں لگا۔



پتہ نہیں کون کون سی رسموں کے بعد وہ مووی والے کو فارغ کر کے اپنے کمرے کی جانب بڑھا تو اب دل کی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔

کچھ کچھ اُلجھی ہوئی، کنفیوزنگ سی۔

مذاق برطرف، مگر تنزین کی یہ نئی حیثیت خود اس کے لئے بھی اتنی جلد قابلِ قبول نہ تھی .... مگر قسمت........ اوپر پہنچا تو کراہ کر رہ گیا۔

نہ صرف نائمہ اور اُس کی دو کزنز بلکہ غالب صاحب بھی دروازہ روکے کھڑے تھے۔

''اب کیا تکلیف ہے تم لوگوں کو؟'' اعیان نے اپنی ہپ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کڑے تیوروں سے اُنہیں دیکھا۔

''ادب سے بھائی! زیادہ اکڑ دکھائیں گے تو باہر ہی رہیں گے۔'' نائمہ نے دھمکایا تو وہ اُسے گھورنے لگا۔

''مسئلہ کیا ہے تم لوگوں کے ساتھ؟''

''ہاں، ہاں۔ بتاؤ کیا مسئلہ ہے؟ ابھی حل کرتا ہوں۔'' غالب نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اعیان کے شانے پر بازو پھیلا کر گویا لڑکیوں کو حوصلہ دیا۔

''چل بھئی! جانتا ہوں میں تجھے۔'' اعیان نے اُس کا بازو جھٹکا۔ ''بلکہ آج بہت اچھی طرح جان گیا ہوں۔'' تمام رسومات میں اُس کی جیب سے روپے نکلوانے میں وہ لڑکیوں کا برابر کا ساتھ رہا تھا۔

''ہاں، تو جان پہچان بڑھانا بہت اچھی بات ہے۔'' غالب نے سر دھنا۔''

''چلو، دفع ہو جاؤ سب یہاں سے۔'' اعیان نے چٹکی بجائی تو لڑکیاں منہ بسورنے لگیں۔

''کیا ہے، اعیان بھائی! آدمی کی ایک ہی بار تو شادی ہوتی ہے۔ اس موقع پر بھی آپ کنجوسی دکھا رہے ہیں۔ مزنیٰ نے اُسے جذباتی کرنا چاہا۔

''لو........ تم نے خود ہی سوچ لیا کہ میں نے یہ 'ایک ہی' شادی کرنی ہے۔'' اعیان نے آرام سے کہا تو لڑکیوں نے شور مچا دیا۔

''بھائی! نیگ نکالتے ہیں یا ابو کو بلائیں؟'' نائمہ نے پھر سے دھمکایا مگر وہ مطمئن کھڑا تھا۔

''کس بات کا نیگ، بلکہ جگا ٹیکس؟''

''بھابی نہیں دیکھنی؟'' غالب نے جیسے اسے للچایا۔

''ہزار دفعہ کا دیکھا ہوا منہ ہے۔ آج نہ دیکھا تو کیا فرق پڑ جائے گا؟'' وہ جان بوجھ کر اونچی آواز میں بولا۔ اُسے یقین تھا کہ اندر موجود تنزین تک یہ آوازیں بخوبی جا رہی ہوں گی۔

''بہت بری بات ہے۔'' نائمہ نے تنبیہی نظروں سے اسے دیکھا تو اسے روپے نکالتے ہی بنی۔

''یہ اچھی محصول چنگی لگا رکھی ہے، تم لوگوں نے۔'' وہ بڑبڑاتا رہا۔

''اور میرا حصہ؟'' غالب نے اطمینان سے کہا تو اعیان نے اُس کی پشت پر ایک دھموکا جڑ دیا۔

''کافی ہے یا اور دوں؟'' وہ بلبلا اٹھا۔

''بس جناب! پہلے ہی میرے حصے سے کافی زیادہ میرے حصے آ گیا ہے۔''

اعیان نے اُس کی اداکاری پر بمشکل مسکراہٹ دبائی۔

''چلو، پھر شکل گم کرو تم چاروں۔ بلکہ جا کے آج کی کمائی بانٹو۔'' ان کے جانے کے بعد اعیان نے گہری سانس بھری۔

'تو اب تمہاری باری ہے، تنزین رضا! تم سے تو بہت اچھی طرح نمٹنا ہے میں نے۔' اس نے لمحہ بھر کو اپنے محسوسات کو ٹٹولا تو ان میں ایک ہلکا سا ٹیک بن پایا۔ کوئی ٹینشن، کوئی پریشانی نہیں۔

'تو گویا، تمہارا ساتھ مجھے ناگوار نہیں ہے۔' وہ اپنی بدلتی کیفیات پر خود ہی محظوظ ہو کر ہنس دیا۔ ناب گھما کر دروازہ کھول کر وہ اندر جانا ہی چاہتا تھا۔

مگر یہ کیا......؟ اُس نے دو تین بار ناب گھمائی، دروازہ لاکڈ تھا۔ اُس نے مسلسل ناب کو گھمایا مگر بے سود...... ابھی وہ چاروں اندر ہی سے نکل کے گئے تھے۔ ''تو دروازہ کیسے لاک ہو گیا؟'' اعیان کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

''تنزین رضا......'' وہ تو اپنے تئیں آج کی رات اُسے سیدھا کرنے والا تھا اور پھر وہ سوا سیر بن گئی تھی۔

اعیان نے کھنکارتے ہوئے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جواب ندارد...... دو، تین، چار بار......
اب اُسے غصہ آنے لگا۔ دوسروں کے متوجہ ہو جانے کا ڈر تھا۔ دولہے میاں کو کمرے سے باہر کسمپرسی کی حالت میں دیکھ کر گھر میں موجود مہمان جو باتیں بناتے، ان کا خیال ہی اعیان کو لرزا گیا۔

''دروازہ کھولو، تنزین!'' اس نے غصے میں آ کر دبے لہجے میں کہا مگر وہ تو جیسے افیم کھا کر سو رہی تھی۔ وہ اُس کے چاروں طبق روشن کرنے کی سوچ رہا تھا، جواباً اُس نے چھکے چھڑا دیے تھے۔

''پچھتاؤ گی تم، تنزین! دیکھ لینا۔'' وہ بکتا جھکتا کتنی ہی دیر وہیں ٹہلتا رہا مگر دوسری طرف کوئی اثر نہ پا کر غصے سے اُبلتا سامنے کمرے کا دروازہ کھول کر گھس گیا۔

''دیکھ لینا، میں تمہارا کیا حشر کروں گا، تنزین رضا!'' بے عزتی اور ہار کے احساس سے اُسے نیند ہی نہیں آ رہی تھی۔ وہ تنزین رضا سے بدلہ لینے کا مصمم فیصلہ کر چکا تھا۔

کسی کو پتہ چل جانے کا خوف اتنا شدید تھا کہ صبح سویرے ہی اٹھ کر وہ اپنے کمرے کی طرف لپکا۔

آنکھیں نیند سے بوجھل، حواس گم، قدم کہیں تو خود کہیں۔ ناب گھمائی تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اُس کے اعصاب پر تھوڑا سا سکون وارد ہوا۔ کمرے میں نائٹ بلب روشن تھا۔ اعیان نے قدرے آنکھیں میچ کر بستر کی طرف دیکھا۔ وہ خالی تھا۔ واش روم کا دروازہ بھی کھلا تھا۔

'کہیں فرار تو......'

وہ وہیں کھڑا، ہونق سا اندازے لگانے لگا۔ تب ہی ایک سائیڈ پر اُسے جائے نماز بچھائے دیکھ کر وہ اپنے خیال پر لاحول پڑھتا، قدرے اطمینان کی سانس بھرتا بستر کی طرف بڑھا، دھڑام سے بستر پر گر گیا۔

'ابھی ذرا فارغ ہو لے، پھر پوچھتا ہوں اس سے۔' بستر کی بادشاہی پاتے ہی اُس کے اندر کا انا پرست مرد پھر سے جاگ اٹھا۔

غصے کی اہمیت اپنی جگہ، مگر رات ''جگ رات'' منانے کی وجہ سے نیند نے ایسا غلبہ طاری کیا کہ وہ لمحوں میں انٹا غفیل ہو گیا۔

وہ نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگ کر فارغ ہوئی۔ اعیان کی آمد سے اچھی طرح واقف تھی۔ اُسے ایک نظر بھی نہیں دیکھا اور اُس کی مخالف سائیڈ پر نیچے کارپٹ پر دراز ہو کر کشن سر کے نیچے رکھ لیا۔ انگلیوں پر تسبیح پڑھتے ہوئے وہ اپنے ذہن کو پراگندہ سوچوں سے محفوظ رکھنے کی سعی کرتی اپنا دھیان خدا کی طرف لگائے ہوئے تھی۔



کسی کے بری طرح جھنجوڑنے اور زور زور سے بولنے کی آواز نے اُسے نیند سے بیدار کیا تو وہ آنکھیں بمشکل کھول پایا۔

''یہ میں ہوں...... میں، غالب۔'' وہ اُس کی آنکھوں کے سامنے دونوں ہاتھ لہراتا، جیسے کسی پاگل دیوانے کو باور کرا رہا تھا۔

''کون......؟'' وہ نیند کی زد میں تھا۔

''ہاہ...... ہا......'' غالب نے ٹھنڈی سانس بھری۔

''وہ پوچھتے ہیں کہ کون غالب
کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا''

''کیا ہے؟...... صبح صبح نحوست پھیلانے کیوں چلے آئے ہو؟'' اعیان نے جمائی روکتے ہوئے اُسے گھورنے کی کوشش کی۔

''صبح......؟'' غالب نے جی بھر کے آنکھیں پھیلائیں۔ پھر اپنی کلائی پر بندھی گھڑی اُس

کی آنکھوں کے سامنے نچائی۔ ''ساڑھے گیارہ......دوپہر سر پہ کھڑی ہے، بچے!''

اعیان کو جھٹکا لگا۔ ساتھ ہی گزری رات پورے سیاق وسباق کے ساتھ ذہن میں لہرا گئی تو وہ بے اختیار ہی اٹھ بیٹھا۔ پورے کمرے میں نگاہ دوڑائی۔

''صرف تُو ہی پوتی بنا ہوا ہے۔ تزئین نیچے سب کے ساتھ ہے۔'' غالب نے جیسے اُس کی سوچ پڑھ لی۔

اعیان کو ابو جی کا خیال آیا۔

''ناشتے پر میرا انتظار ہو رہا ہوگا؟'' وہ مسکرایا۔ آخر کو ولیمے کا دولہا تھا۔ اتنا پروٹوکول تو آج ملنا ہی چاہئے تھا۔ ورنہ ابو جی تو اُسے گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ چلاتے تھے۔

''نہ......'' غالب نے مزے سے کہتے ہوئے انکار میں سر بھی ہلایا۔

''تایا جان نے کہا تھا کہ دس بجے تک جو بھی ناشتے کی میز پر موجود ہوا، ناشتہ صرف اسی کو ملے گا۔ تم تو اب اپنا ولیمہ ہی کھانا۔''

اعیان کو جھٹکا لگا۔

''بکواس مت کرو۔''

''دولہے میاں! چل کے دیکھ لیں نا۔'' غالب نے بھی اُسی کا انداز اپنایا تھا۔ اور واقعی سب ناشتے کے بعد خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

اُس نے شکایتی نظروں سے امی کی طرف دیکھا اور فرحین آپی سے سلام دعا میں مصروف ہو گیا۔ وہ تزئین کا ناشتہ لے کر آئی تھیں۔

'دولہا تو جیسے فالتو ہوتا ہے نا۔' اُس نے خفگی سے سوچا تھا۔

''میں تو کہہ رہی تھی، اعیان کا انتظار کر لیں۔ مگر پھوپھا جان کا آرڈر تھا، بھئی۔'' فرحین آپی ہنس رہی تھیں۔

''نائمہ! بھائی کے لئے ناشتہ لے آؤ۔'' امی نے آواز لگائی تو وہ ناراضگی سے بولا۔

''رہنے دیں۔ ٹائم ہی کتنا رہ گیا ہے؟ ولیمے کا ڈنر ہی کھا لوں گا۔''

''بالکل ٹھیک سزا چنی ہے تم نے اپنے لئے۔'' ابو جی ہمیشہ نازک وقت پر ہی برآمد ہوتے تھے۔

''آدمی کو کم از کم اپنی شادی میں تو پروٹوکول ملنا ہی چاہئے۔''

''اچھا......جاؤ، پھر جا کے ناشتہ کر لو۔'' وہ مسکرا دیئے تھے۔

''بھائی! ادھر لاؤنج میں آ جائیں۔ یہاں والے سب تو ناشتہ کر چکے ہیں۔'' نائمہ نے

ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے اطلاعاً کہا تو وہ ابو جی کی ''حوصلہ افزائی'' سے بچنے کے لئے اُس کے پیچھے اُٹھ آیا۔ حالانکہ یوں اکیلے میں ناشتہ کرنے کی اُس کی بالکل بھی چاہت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ سینٹر ٹیبل پر ناشتہ لگا چکی تھی۔ پُرتکلف سا ناشتہ دیکھ کر اُس کی غصے سے سوئی ہوئی بھوک جاگنے لگی۔

''چلو، تم ہی میرا ساتھ دے دو۔'' اُس کا موڈ قدرے خوش گوار ہوا تو نائمہ نے شوخی سے کہا۔

''میں کیوں......؟ ساتھ والے ساتھ دیں گے۔ کل جنہیں آپ ساتھ لے کر آئے ہیں۔''

اس کا اشارہ پا کر اعیان بے اختیار پلٹا تو چند لمحوں کے لئے ٹھٹک گیا۔

موو کلر کے ایمبرائیڈڈ شیفون کے کپڑوں میں ملبوس، ہلکی سی جیولری کے ساتھ ''نئی نویلی'' ہی لگ رہی تھی۔ اعیان نے اُسے کبھی بھی میک اپ میں نہیں دیکھا تھا۔

اور اب وہ ہلکے سے میک اپ میں تھی۔ اُسے یوں ساکت و جامد پا کر نائمہ شرارت سے کھنکاری تو وہ ایک دم حواس میں لوٹا۔ ''مجھے تو ویسے بھی بھوک نہیں۔ میں نے تو سوچا شاید تم نے ناشتہ کرنا ہو۔'' ماتھے پر بل ڈال کر اُس نے نائمہ سے کہا۔ گزشتہ شب کی بے عزتی کا احساس تزئین کو دیکھتے ہی عود آیا تھا۔

''نہ جی! ہم میں اتنی وفا کہاں؟ جن کو احساس ہے، وہ ہی آپ کے انتظار میں بھوکے بیٹھے ہیں۔'' نائمہ خوش تھی۔ بے حد و حساب، من پسند کزن، من چاہتی بھابی بن گئی تھی۔ اُس کے انداز کی شوخی سے یہ بات واضح ہو رہی تھی۔

''ہنہ......احساس۔'' وہ نتھنے پھلا کر، کرسی سنبھال کر بیٹھ گیا۔ تزئین نے نہایت اعتماد کے ساتھ ٹیبل پر چائے لگائی۔

''تم بھی ساتھ دو نا۔'' وہ اب نائمہ سے کہہ رہی تھی۔ مگر وہ چونکہ ناشتہ کر چکی تھی، اس لئے کانوں کو ہاتھ لگائی ہوئی اور اپنے پیچھے لاؤنج میں اجنبیت بھری خاموشی چھوڑ گئی۔

چند لمحے ہاتھ روکے شاید تزئین نے اُس کے ناشتہ شروع کرنے کا انتظار کیا تھا مگر وہ اکڑ کر بیٹھا رہا تو اُس نے آرام سے پلیٹ اپنی جانب کھسکائی اور اپنے لئے ناشتہ نکالنے لگی۔ اب وہ مزے دار ناشتہ کر رہی تھی۔

گرما گرم حلوہ پوری، چنے کا سالن اور بھاپ اُڑاتی چائے۔ اعیان کا معدہ دہائیاں دینے لگا۔ مگر ابھی تو پہلے حساب کتاب ہونا تھا۔

''رات کیا بدتمیزی کی تھی، تم نے......؟''

تزین کی لاپروائی و بے اعتنائی نے دھیرے دھیرے اُس کے غصے کو پھر سے جگانا شروع کر دیا تھا۔ اُس نے چائے کا گھونٹ بھر کے مگ ٹیبل پر رکھا اور بڑے مصروف سے انداز میں بولی۔

''بدتمیزی والی اس میں کیا بات ہے۔ ایک دوسرے کی شکل نہ دیکھنے کا وہ سب سے بہترین طریقہ تھا۔'' اعیان تلملایا تو اُس نے اُن کی باتیں سن لی تھیں۔

''وہ میرا کمرہ ہے۔ سمجھیں؟''

''اور اب میرا بھی۔'' وہ اسی اطمینان سے بولی اور اُس کا یہی اطمینان اُسے بے اطمینان کر رہا تھا۔

''جہاں ''ہی'' آ جائے، وہاں حق یکساں ہوتا ہے۔ شاید تمہارے علم میں یہ بات نہیں ہے۔'' اعیان نے طنزیہ لہجے میں کہا تھا۔

''مگر میں چاہتی ہوں کہ تم کسی اور کمرے میں شفٹ ہو جاؤ۔'' تزین نے براہِ راست پہلی بار اُس کی طرف دیکھا تھا۔

وہ خوب صورت لگ نہیں رہی تھی، بلکہ وہ تھی ہی خوب صورت۔ شاید اعیان ہی نے اُسے اس نظر سے دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''شٹ اپ، تانی! زندگی کو افسانہ مت بناؤ۔'' وہ اندر سے کمزور پڑا تو لہجہ خود بخود مدھم ہو گیا۔

''تانی...... تزین رضا۔'' اُس نے قطعیت سے تصحیح کی تو نوالہ منہ کی طرف لے جانے والا اُس کا ہاتھ اعیان نے تھام لیا۔

''ہاں، تانی! بلکہ تزین اعیان۔'' اعیان نے اطمینان سے کہا اور پھر اُس کے ہاتھ سے نوالہ منہ میں لے لیا۔ تزین نے تلملا کر ہاتھ کھینچا۔

''بدتمیزی مت کرو۔''

''آگے آگے دیکھو ہوتا ہے کیا؟'' اعیان نے ایک اور باؤنسر مارا۔ تزین کا چہرہ رنگ بدلنے لگا۔ اتنی واضح بات پر نا سمجھی کا تاثر کیسے دیتی؟

''خوش فہمیوں کے محل کھڑے مت کرو۔'' وہ سرد مہری کا خول اوڑھتے ہوئے بولی تو اعیان نے یک لخت موڈ بدلا۔

''خوش فہمی کیا...... صحیح فہمی ہے۔ دیکھ لو، کس حیثیت سے میرے سامنے بیٹھی ہو۔'' وہ اب اپنے لئے ناشتہ نکال رہا تھا۔ تزین سے کچھ کھانا مشکل ہونے لگا۔ یہ طعنہ...... کتنی کوشش کی تھی

اس طعنے سے بچنے کی۔ مگر ابو کے ڈر سے زیادہ امی کی التجائیں رنگ لائیں اور کچھ پھپھو کا خیال، ورنہ وہ کبھی بھی اعیان کے لئے ہاں نہ کرتی۔

''وقت آنے پر سب کی پوزیشن ٹھیک ہو جائے گی۔'' وہ اسی انداز میں بولی مگر اعیان کے ہونٹوں پر مستقل مسکراہٹ دیکھ کر جھنجلا گئی۔ پلیٹ یوں ہی چھوڑ کر اپنا چائے کا مگ لئے وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ اعیان سر ہلاتا کچھ سوچتے ہوئے ناشتہ کر رہا تھا۔

ولیمے کی تقریب بہت بھرپور انداز میں منعقد کی گئی۔ اعیان کے قہقہوں نے جہاں مسلسل تزین کا دل جلایا، وہیں لوگوں کے اس یقین پر بھی مہر ثبت کر دی کہ وہ دونوں ایک دوسرے میں انوالو تھے۔ مجبوراً اسے بھی ہونٹوں پر مسکراہٹ چپکائی رکھنی پڑ رہی تھی۔ ورنہ جی تو چاہ رہا تھا، سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے بھاگ جائے۔ کس قدر مصنوعی تھا سب کچھ۔

وہ خاموشی سے بیڈ پر بیٹھی اپنا زیور ایک ایک کر کے نوچتی شدید بیزاری کے حصار میں تھی، جب اعیان اندر آیا۔

آف وائٹ کریڈی کے ایمرائیڈڈ کرتہ شلوار میں اُس کی اونچی لمبی ہائیٹ واضح ہو رہی تھی۔ تزین نے اُسے ایک نظر دیکھنا گوارا نہیں کیا۔ وہ آ کر بیڈ پر دھڑام سے گرا اور ٹانگیں نیچے لٹکائے آڑھا ترچھا لیٹ گیا۔

''بہت تھک گیا آج تو۔''

وہ یوں بولا، جیسے اس سے بہت دوستانہ روابط ہوں۔ تزین ناگواری سے اُسے دیکھنے کے بعد اپنا لہنگا سمیٹ کر نیچے اُترنے لگی تو اعیان نے غیر ارادی طور پر اُس کا ہاتھ تھام کر روک لیا۔

''کیا ہے؟...... یہ خوامخواہ کی ناراضگی کب تک چلنے والی ہے؟'' تزین کی آنکھوں میں ناگواری تھی اور لہجے میں بھی۔

''یہ خوامخواہ کی ناراضگی نہیں۔ بلکہ اس کی بہت مضبوط وجہ ہے، اعیان مصطفیٰ!'' وہ اُس کا ہاتھ تھامے اُٹھ بیٹھا تو دونوں مقابل آ گئے۔

''تو کیا میں یہ سمجھوں کہ وہ ''وجہ'' تمہارے لئے بہت معنی رکھتی ہے؟'' اعیان نے سنجیدگی سے پوچھا تو اُس نے چبھتے لہجے میں جواب دیا۔

''تم نے آج سارا وقت شاید کان بند کر رکھے ہیں۔''

''ہاں...... مگر آنکھیں سارا وقت کھلی تھیں۔ تمہیں دیکھ رہی تھیں کہ تم بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔''

بات کرتے کرتے مسکرا کر اعیان نے دفعتہً انگشت شہادت سے اُس کے پُرخم ہونٹوں کو

چھوا تو اُسے جیسے ہزار وولٹ کا کرنٹ لگا۔ وہ برافروختہ سی ہو کر اُٹھنے لگی مگر اعیان پر لمحوں کا جادو سر چڑھنے لگا تھا۔ اُسے اپنی طرف کھینچا۔ اعیان کے ہاتھ میں اُس کی کتنی ہی کانچ کی چوڑیاں ٹوٹیں۔ اس پر یہ اچانک قربت....... تنزین کا دل وحشت زدہ ہونے لگا۔ اس کے سینے پہ ہاتھ رکھ کر اُسے پیچھے دھکیلنے کی سعی کی۔

اعیان کے انداز میں اُسے بہت اجنبیت محسوس ہو رہی تھی۔ بلکہ شاید اُسے یہ سب اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

''پتہ نہیں، لوگ تین، چار شادیاں کیسے کرا لیتے ہیں۔ میں تو ایک ہی کرا کے تھک گیا ہوں۔'' وہ اُس کے کان کے قریب سرگوشی کر رہا تھا۔

تنزین نے اُس کی سانسوں کی تپش اپنے رخساروں پر محسوس کی۔ دل کی دھڑکنیں معمول سے ہٹیں تو سانسوں میں بھی بے ترتیبی آنے لگی۔ وحشت زدہ ہرنی کی طرح وہ بدکی تھی۔

''م....... مجھ چھوڑ دو اعیان! میں مشعل سکندر نہیں ہوں۔'' شعلہ بار سا لب و لہجہ تو نہیں، البتہ اس کے الفاظ نے اعیان کو ضرور ٹھٹکایا تھا۔ گھور کر اُسے دیکھا اور چبا چبا کر بولا۔

''میں بھی عبید نہیں ہوں، جس پر تم یوں پابندیاں لگاتی پھر رہی ہو۔''

تنزین نے لب دانتوں تلے کچلا۔

''مجھے چھوڑ دو۔''

''لو، چھوڑ دیا۔'' اعیان نے اُس کا ہاتھ چھوڑا تو ٹوٹی چوڑیوں کے ٹکڑے بیڈ پر گر گئے۔

اعیان نے ہاتھ چھوڑ تو دیا مگر فی الوقت وہ خود میں اُٹھنے کی ہمت نہیں پا رہی تھی۔

''یہ وہی ہے جو تم شادی کے بعد چاہتی تھیں۔'' اعیان نے جیسے اُس کے علم میں اضافہ کیا تھا۔

''تم سے تو نہیں چاہا تھا۔'' تنزین کی زبان پھسلی۔ اس نے زبان دانتوں تلے دبائی اور بے ساختہ اعیان کی طرف دیکھا۔

اس قدر فضول جملہ۔ کہیں تھپڑ ہی نہ دے مارے۔ اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔

''چاہا تو میں نے بھی تمہیں نہیں تھا۔ مگر خدا کے لکھے کو مٹانے کی طاقت کوئی نہیں رکھتا۔'' وہ شاید اُسے جتا رہا تھا کہ وہ مشعل سکندر کو چاہتا تھا، مگر قسمت میں وہ لکھی گئی، مجبوراً ہی سہی۔ وہ فوراً اُٹھی تھی۔

''یہ سب ٹھیک نہیں ہے، تانی! تم زندگی کو کھیل مت بناؤ۔'' اعیان نے سنجیدگی سے کہا تو وہ دوبدو بولی۔

''کھیل تو کھیلا جا چکا ہے، اعیان! اب تو فقط ہار جیت کا فیصلہ ہونا باقی ہے۔''

''ہار جاؤ گی۔'' وہ مسکرا دیا۔

''کبھی نہیں۔'' اس نے سختی سے کہا۔

''چلو۔ دونوں اپنے ہنر آزما لیتے ہیں۔ تم تیر آزماؤ، ہم جگر آزما لیتے ہیں۔'' اعیان نے گویا چیلنج کیا تھا۔

''ہنہ.........'' وہ تنفر سے پلٹ گئی۔ اعیان گہری سانس بھرتا پیچھے کو گر گیا۔

❁✪❁

اُن کی شادی کے ایک ہفتہ بعد ہی رمضان کا بابرکت مہینہ شروع ہو گیا تھا اور سحری کے وقت اُٹھنا اعیان صاحب کے لئے مشکل ترین مرحلہ تھا۔ نائمہ کو تو اُسے اُٹھانے میں دانتوں پسینہ آ جاتا تھا۔ اب کی بار یہ ڈیوٹی خود بخود تنزین کو شفٹ کر دی گئی۔

''کتنی بار کہا ہے اس نالائق کو کہ آدھا گھنٹہ پہلے اُٹھ کر تہجد ہی پڑھ لیا کرے۔ مگر ہر بار اس کی یہی حرکتیں ہوتی ہیں۔'' ابو جی نے تبصرہ کیا۔

''کیا کرتے ہیں؟ اب تو اس طرح کے القابات نہ دیا کریں۔ شادی شدہ ہو گیا ہے۔'' امی نے آہستہ سے کہا تو اُسے اٹھانے کے لئے بادلِ ناخواستہ جاتی تنزین کو ہنسی آئی۔

''تو گویا، جناب معتبر ہو گئے ہیں۔'' اس کے پاس جا کر تنزین کو سمجھ نہیں آئی کہ اسے کیسے جگائے۔ وہ تو ویسے ہی مست نیند سوتا تھا۔ اب رات کو بارہ بجے تک ''ٹاک شو'' دیکھنے کے بعد تین بجے سحری کے لئے اُٹھنا تو اس کے لئے مشکل ہی تھا۔

بہت سوچ کر تنزین نے لائٹ آن کر دی مگر وہ یوں ہی اوندھا لیٹا بازو بیڈ سے لٹکائے ہوئے تھا۔ تنزین کا دل چاہا، اسے یوں ہی سویا رہنے دے۔

''اچھا ہے، ذرا پھوپھا جی اسے درست کریں۔'' مگر پھر رمضان کے مہینے کا خیال کر کے اس شیطانی کارروائی کو مؤخر کرنا ہی بہتر خیال کیا۔

''اُٹھ جاؤ۔ پونے چار بج چکے ہیں۔ سوا چار تک سحری کا وقت ہے۔'' دُور ہی سے باآواز بلند اسے مطلع کیا، مگر بے سود۔ وہ تھوڑا آگے ہوئی اور دوبارہ یہی اعلان نشر کیا۔ لیکن وہ شاید پورا اصطبل بیچ کے سویا تھا۔ مجبوراً تنزین نے ناگواری سے آگے بڑھ کے اسے جھنجوڑنا چاہا، تب ہی اُس کا پاؤں اعیان کے ہاتھ کی گرفت میں آ گیا۔

''بہت پہلے سے ان قدموں کی آہٹ جان لیتے ہیں
تجھے اے زندگی، اے زندگی ہم دُور سے پہچان لیتے ہیں''

نیند سے بوجھل، دھیما سالب ولہجہ، تزئین کے پورے وجود میں سنسنی سی دوڑا گیا۔ اس اچانک گرفت نے اُس کا دل اچھال دیا۔ ایک جھٹکے سے اس نے اپنا پاؤں پیچھے کیا اور خود کو سنبھالتے ہوئے بے رخی سے بولی۔

''اُٹھ جاؤ، اگر روزہ رکھنا ہے۔ ورنہ پھوپھا جی خود آنے والے ہیں۔''

''باطل سے ڈرنے والے اے آسماں نہیں ہم''

اُس نے پھر شعر پڑھنا چاہا تو تزئین نے اُس کی بات کاٹ کر تیز لہجے میں کہا۔

''یہ مسخریاں بعد کے وقت کے لئے اٹھا رکھو۔ ورنہ پانی پی کر روزہ رکھنا پڑے گا اور میں نوکر نہیں لگی جو دوبارہ، سہ بارہ اُٹھانے آؤں۔''

''کر کر کے منتیں تیری عادت بگاڑ دی
دانستہ ہم نے تجھ کو ستم گر بنا دیا!''

آنکھیں موندے وہ اپنی ہی دھن میں مگن تھا۔ وہ تلملاتی ہوئی واپس پلٹ گئی۔

''ایک سے ایک طریقہ ہوتا ہے، میاں کو جگانے کا۔ تم تو بہت نالائق ہو۔ بھلا کچھ نیند بھگانے کا سامان کرتیں۔'' شرارت سے بھرا انداز تزئین کو سلگا گیا۔

''تم میرے میاں نہیں ہو۔'' وہ بل کھا کے پلٹی۔

اعیان ہنستا ہوا اُٹھ بیٹھا۔

''چلو، تم ہسبنڈ، ہنی، سویٹ ہارٹ کچھ بھی کہہ لو۔''

''تم......'' تزئین نے دانت کچکچائے۔ پھر غصے سے بولی۔ ''تم سے کچھ بھی کہنا فضول ہے۔''

''تم کہہ کے تو دیکھو۔ چاہو تو اظہارِ محبت کر لو۔ میں مائنڈ نہیں کروں گا۔'' اُس نے اپنے پیچھے اُس کی دل جلانے والی ہانک لگائی۔

وہ پاؤں پٹختی واپس آئی تھی مگر دل ہی دل میں اُسے دوبارہ کبھی نہ جگانے کا تہیہ کر چکی تھی اور یہ بھی شکر تھا کہ اگلے پانچ منٹ میں وہ جمائیاں لیتا وہاں موجود تھا۔ وگرنہ شاید پھوپھا جی پھر اُسی کی دوڑ لگواتے۔



رمضان کا بابرکت مہینہ اپنی بھرپور برکتوں اور خوشیوں کے ساتھ گزر رہا تھا۔ سب ٹھیک تھا۔ مگر تزئین کا دل دہشت زدہ تھا۔ کوئی خوشی، کوئی طمانیت محسوس ہی نہ ہو رہی تھی۔

''یا اللہ......'' اُس کے سجدے طویل ہونے لگے۔

اعیان کے کسی دوست کے ہاں سے افطار پارٹی کی دعوت آئی تو وہ اُس کے سر ہو گیا تھا۔

''دیکھو، مجھے تنگ مت کرو۔ میں نہیں جا رہی۔'' وہ تکیہ اپنی جگہ پر رکھتے ہوئے قطعیت سے بولی تو اعیان نے تنبیہی انداز میں کہا۔

''دھیان سے۔ مجھ پر یہ تھانے دارنی والا رعب نہ جھاڑا کرو۔'' وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو کر کریم کی شیشی کھولنے لگی اور پھر طنزیہ انداز میں بولی۔

''شاید تم بھولنے لگے ہو کہ میں تم سے کتنے سال بڑی ہوں۔''

اعیان ان گزرے چند دنوں میں کوئی پچانوے مرتبہ اُس کے منہ سے یہ طعنہ سن چکا تھا۔ اُسے خفیف سا گھور کر آگے بڑھا اور اُس کے شانے پر ہاتھ جماتے ہوئے آئینے میں اپنے سامنے کیا۔

''اب بتاؤ، کتنی بڑی ہو تم مجھ سے؟''

اُس کے اس قدر غیر متوقع انداز نے لمحہ بھر کو اُسے گڑبڑا دیا تھا۔ برافروختہ ہو کر آئینے میں اسے دیکھا۔ اپنے اونچے لمبے قد کے ساتھ وہ اُس کے بالکل پیچھے کھڑا اسے گھور رہا تھا۔ کریم نیچے رکھتے ہوئے تزئین نے اپنے شانوں پر سے اُس کے ہاتھوں کو جھٹکنا چاہا۔

''فضول باتیں مت کرو۔''

''نہیں......آج بتا ہی دو۔ کون بڑا لگتا ہے ہم دونوں میں سے؟''

وہ شرارت پر آمادہ تھا۔ وہ واقعی اپنے متناسب سراپے اور قد و قامت کی وجہ سے اس کے سامنے گڑیا سی دِکھتی تھی۔

لیکن......تزئین کے دل میں بے یقینی کی لہر اُبھری۔ اُس نے ناگواری سے پیچھے ہٹنا چاہا مگر اعیان نے وہی ہاتھ اُس کے شانوں سے ہٹا کر اُس کے گرد حصار بناتے ہوئے ٹھوڑی اُس کے شانے پہ ٹکا دی۔ اِک سنسناہٹ سی تزئین کے پورے وجود میں سرائیت کر گئی۔

''اعیان! بدتمیزی مت کرو۔'' اُس کا چہرہ خون چھلکانے لگا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی آواز کانپ سی گئی۔ وہ زندگی سے بھرپور انداز میں ہنسا، پھر آئینے میں اُس کو دیکھتے ہوئے اُس کے کان میں بولا۔

''یہ محبت ہے، بیوی صاحبہ! محبت۔''

تزئین کا منہ کڑوا ہونے لگا۔

''محبت ہے یا مجبوری ہے؟'' تلخی سے کہتے ہوئے اُس نے جھٹکے سے اس کی گرفت توڑ دی اور پیچھے ہٹنے لگی۔ مگر اعیان نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''مجبوری کیسی؟........شادی کی ہے تم سے، اپنی مکمل رضا مندی کے ساتھ۔ کون سا میری کنپٹی پہ کسی نے پسٹل رکھ کے یہ فیصلہ کرایا ہے۔'' تزین نے لب بھینچ کے جیسے کسی بات کا گلا گھونٹا۔

''ہاتھ چھوڑ دو میرا۔'' سختی سے کہا۔

''اعیان!'' وہ قدرے غصے سے چیخی۔

''جی، میری جان!'' اعیان کے لبوں پر بہت شرارتی سی مسکراہٹ تھی۔ اُس کا دل جل کے کباب ہونے لگا۔

''ہاتھ چھوڑ دو........ورنہ میں شور مچا کے پورے گھر والوں کو بلا لوں گی۔''

اُس کی دھمکی پر اعیان نے بے اختیار قہقہہ لگایا تھا۔

''گھر والے نہ ہوئے، پولیس کی نفری ہو گئی۔ آدھی تھانے دارنی تو تم خود ہو۔'' وہ ہنسی روکتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ تزین کا ہاتھ چھڑانے کی کوشش میں اُس کی مضبوط گرفت میں چرمرا کر رہ گیا۔

''میرے ساتھ یہ ڈرامے بازیاں مت کرو۔ ہاتھ چھوڑ دو میرا۔'' وہ تکلیف ضبط کرتے ہوئے غصے سے بولی تو اعیان نے دلچسپی سے اُس کے نازک مگر بھڑکتے روپ کو دیکھا۔

''ننھی سی جان میں اتنا غصہ چھپا کے رکھا ہوا تھا۔ پہلے تو میرے ساتھ ایک جان ہو کے رہتی تھیں۔ اب کیا ہو گیا؟''

''ہاتھ چھوڑتے ہو یا میں چیخنا شروع کروں؟''

اُس کی دھمکی پر اعیان کو پھر سے ہنسی آنے لگی۔

''چلو، اکٹھے چیختے ہیں۔ ون، ٹو........'' وہ اطمینان سے کہتا تزین کا ضبط آزما گیا۔

''میری زندگی تو برباد کر دی۔ اب مجھ سے کیا چاہتے ہو؟'' وہ پسپا ہونے لگی۔

''یہ تو تمہاری بے وقوفی ہے، جو تم ایسا سوچتی ہو۔ اور جہاں تک چاہنے کی بات ہے........'' نرمی سے کہتے ہوئے اعیان نے اُس کا ہاتھ جھٹکے سے کھینچا تو وہ پھولوں کی لچکیلی ڈال کی مانند اُس کے حصار میں آ گئی۔

''تو مجھے تمہاری چاہت کی چاہ ہے۔ میں تمہیں تمہاری پوری رضامندی سے پانا چاہتا ہوں۔''

اُس کے سیاہ بالوں کو چھوتا وہ بے اختیار بول رہا تھا۔ جس کا شاید اُسے خود بھی ادراک نہ تھا اور ادھر وہ زلزلوں کی زد میں تھی۔ تحیر، بے یقینی، حیا........ان سب جذبات نے اُسے منجمد سا کر

کے کوئی ایک بھرپور ردِعمل ظاہر نہ کرنے دیا تھا۔

''میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ زندگی میں کبھی تم سے مجھے یہ کہنا پڑے گا۔'' وہ اپنی بات کہہ کر ہلکے سے ہنسا، پھر اسے سامنے کرتے ہوئے اُس کی آنکھوں میں جھانک کر دھیمے مگر جذب سے بھرپور انداز میں بولا۔

''مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔'' اُس کے الفاظ نے پتہ نہیں، تزین پر کیسا اثر کیا، اُسے جیسے کسی نے جھنجھوڑ کر بیدار کیا تھا۔

''تم چاہتے ہو نا، کہ میں تمہارے ساتھ افطار پارٹی میں جاؤں۔ او کے، اب مجھے چھوڑ دو۔ اس کے لئے تمہیں اتنی لفاظی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ سرد و سپاٹ انداز میں بولی تو اعیان نے اپنے اتنے خوب صورت اظہار کے جواب میں اُس کے بے زار سے انداز کو بے یقینی سے دیکھا۔

''تانی! کیا ہو گیا ہے، تمہیں؟ کیوں زندگی کو خوامخواہ اتنا مشکل بنانے پر تُل گئی ہو؟''

''زندگی کو تم نے مشکل بنایا ہے، میں نے نہیں۔'' اُس کا انداز اٹل تھا۔ پھر تلخی سے بولی۔

''تم نے پتہ نہیں، کس مجبوری کے تحت مجھ سے شادی کر لی۔ ورنہ میں نے تو کبھی تم سے شادی کرنے کا سوچا بھی نہ تھا۔''

تو یہ طے تھا کہ اس تک آنے تک تزین رضا بہت بدل چکی تھی۔ وہ پہلے والی تزین نہ رہی تھی، جو اعیان کو بھی اپنی ''سہیلی'' کہہ کر ہنسا کرتی تھی۔

'تو شاید یہ عبید کو پسند کرنے لگی تھی........' اعیان کو کسی سوچ نے ڈنک مارا تو اُس کے دل میں ایک خالی پن سا اُترنے لگا۔

اُس نے غیر محسوس طریقے سے تزین کا ہاتھ چھوڑ دیا تو وہ شکر کا کلمہ پڑھتی تیزی سے وہاں سے ہٹ گئی۔ مگر اعیان کو سوچ کی اتھاہ گہرائیوں میں چھوڑ گئی۔

اگلے روز نائمہ نے پہلے ہی سے اُس کے کپڑے تیار کر کے رکھ دیئے۔ اعیان کو بھی آفس سے جلدی آ جانا تھا۔ امی کے بار بار کہنے پر وہ تیار ہونے کو اُٹھ ہی گئی۔

وہ تیار ہو چکی۔ اعیان کے آفس سے لوٹنے کا ٹائم ہو گیا مگر وہ نہیں آیا۔

''فون کرو تو پتہ چلے، کہاں رہ گیا۔ افطار پارٹی میں نہیں جانا؟'' امی کا دل خدشات کی آماجگاہ بننے لگا۔ نائمہ نے فوراً اُس کا نمبر ملایا۔

''بیل تو مسلسل جا رہی ہے، مگر بھائی کال اٹینڈ نہیں کر رہے۔'' اُس نے اطلاع دی۔

''بزی ہو گا۔'' تزین نے آہستگی سے کہا۔

اور پھر افطار کا ٹائم بھی قریب آ گیا۔ ابو جی کا غصہ سوا نیزے پر تھا۔

''نالائق، گدھا۔ نہ کوئی خیر نہ خبر۔ موبائل کیا صرف شو مارنے کے لئے رکھا ہوا ہے۔ آلینے دو اسے ذرا۔''

''اللہ خیر کرے۔''

غصہ اپنی جگہ مگر اب تنزین کا دل بھی ہولنے لگا۔ ایسی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ تو وہ کبھی نہ کرتا تھا۔

''بھائی کا میسج آیا ہے۔ وہ اپنے کسی دوست کی طرف چلے گئے ہیں۔ کھانا وہیں کھائیں گے۔'' نائمہ اپنا موبائل لئے چلی آئی۔

ایک دم سے خاموشی سی چھا گئی۔ تنزین کو اپنی تیاری آکورڈ سی لگی۔ وہ خاموشی سے کپڑے بدلنے چلی گئی۔ حقیقتاً اُسے شدید غصہ آ رہا تھا۔

'تو اب یوں بدلہ لو گے۔'

وہ عشاء کے وقت لوٹا تھا۔ ابو جی تو جیسے اُسی کے انتظار میں تھے۔ وہ جھاڑ پلائی کہ کمرے میں بیٹھی تنزین کا دل بھی ہول گیا۔ وہ کمرے میں آیا تو بالکل خاموش تھا، بیڈ پر بیٹھ کر بوٹ اتارنے لگا۔ تنزین اسے گھور رہی تھی۔ وہ اٹھا اور الماری سے اپنے کپڑے نکال کر تبدیل کرنے واش روم میں گھس گیا۔ فریش ہو کے وہ باوضو باہر آیا تھا۔

''یہ کیا طریقہ ہے تمہارا؟...... اگر تم مجھے ساتھ لے جانا نہیں چاہتے تھے تو مجھے تیار ہونے کا کیوں کہا تھا؟''

وہ رہ نہیں سکی تھی۔ تولیے سے منہ خشک کرتے ہوئے وہ بے تاثر لہجے میں بولا۔

''تم نہیں جانا چاہتی تھیں، اس لئے میں خود چلا گیا۔''

''یہ بات تم مجھے بتا بھی سکتے تھے۔''

''اب پتہ چل گئی نا؟'' وہ سرد لہجے میں بولتا اسے حیران کر گیا۔

''مجھے تو تماشا بنا دیا نا، تم نے۔'' وہ سنبھلتے ہوئے، غصے سے بولی۔

''تماشا تو تم خود اپنا بنا رہی ہو۔ بلکہ میرا بھی۔'' اُس کے لہجے میں تلخی اُترنے لگی تھی۔

''مجھ پہ الزام تراشی مت کرو۔ میں نے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ......'' وہ تیز لہجے میں کہنے لگی تھی کہ اعیان اُس کی بات کاٹ کر سرد مہری سے بولا۔

''کہ تم میری شکل نہیں دیکھنا چاہتیں۔ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو اور مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھیں...... کیوں؟...... کیوں تنزین! کیوں؟...... اس لئے کہ تم اوپر سے تو عبید سے

چڑتی رہیں، مگر اندر سے اس کے لئے نرم جذبہ بھی رکھتی تھیں۔ یہ میں اچھی طرح جان گیا ہوں۔''

وہ متحیر بلکہ گنگ سی کھڑی، اُس کی لن ترانیاں سن رہی تھی۔ وہ رکا نہیں۔ نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا۔ وہ کمرے سے نکل گیا۔ تنزین بیڈ پر گری گئی۔

اُن کی خاموشی اور سرد مہری گھر والوں کے لئے بھی اُلجھن کا باعث تھی۔ جن کی بات ایک دوسرے کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتی تھی۔ اب یوں بے گانوں کی طرح رہ رہے تھے۔

روزے کی وجہ سے امی کو اعیان کی پرسش کا ٹائم نہیں مل رہا تھا۔ تراویح پڑھنے کے بعد انہیں نیند آ جاتی تھی اور وہ اس کے مسجد سے لوٹنے سے پہلے ہی سو جاتیں۔ اس طرح یہ معاملہ یوں ہی چلتا جا رہا تھا۔

آخری عشرہ چل رہا تھا۔ شب قدر کی راتیں آ گئی تھیں۔ تنزین کے سجدے اور دعائیں لمبی ہونے لگیں۔

اعیان کمرے میں آیا تو غیر ارادی طور پر روزانہ کی طرح اس کونے کی طرف دیکھا، جہاں وہ جائے نماز بچھائے نماز پڑھا کرتی تھی۔ اُسے بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ اٹھائے، آنسو بہاتے دیکھ کر وہ ٹھٹک سا گیا۔

جانے اتنے خشوع خضوع سے وہ کیا مانگ رہی تھی۔ وہ چلتا ہوا بیڈ پر آ لیٹا اور آنکھیں موند لیں۔ تھوڑی دیر کے بعد چوڑیوں کی کھنک سنائی دی تو اسے پتہ چل گیا کہ وہ بھی فارغ ہو چکی ہے۔ پھر وہ اپنی طرف آ کر بیٹھی تو اعیان نے کسی سوچ پر پہنچتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔

''اگر تم عبید سے شادی کرنا چاہتی ہو تو میں تمہاری خاطر اس سے بات کرنے کو تیار ہوں۔''

تنزین کو ایسا لگا، جیسے اُس کے آس پاس بم پھٹا ہو۔ جھٹکا کھا کر اسے دیکھا۔ سرخ آنکھیں اس پر جمائے وہ بالکل سنجیدہ تھا اور مضمحل بھی۔

''میں تمہاری زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا۔ میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں کیونکہ...... میں واقعی تم سے محبت کرنے لگا ہوں، تانی! اور اس سے پہلے کہ میں خود غرض بن کر صرف اپنے متعلق سوچنے لگوں، تمہاری مرضی کا فیصلہ کر دینا چاہتا ہوں۔''

''بس......'' وہ یک لخت چیخ اٹھی تھی۔ ''بس کرو اپنی فضول گفتگو۔ میری مرضی...... میری مرضی کیا ہے؟ یہ تمہارے دل و ذہن کا فیصلہ ہے۔ پہلے ہی کہا تھا میں نے کہ انکار کر دو۔ اب مجھ پہ الزام ٹھہرا کے مجھ سے ہمدردی جتا رہے ہو۔''

''تم غلط سمجھ رہی ہو۔'' اعیان کو غصہ آنے لگا۔

''میں تمہیں بالکل ٹھیک سمجھ رہی ہوں، اعیان مصطفیٰ! تم........'' وہ رندھی آواز میں بولی تو آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک بھی تھی۔

''تم تو میرے بہت اچھے دوست ہوا کرتے تھے .... یہ دوستی تھی، تمہاری؟''

''دوستی کے پرخچے تم نے اُڑائے ہیں، تانی! مجھ سے شادی کرنا تو شاید تمہارے لئے دنیا کا گھٹیا ترین کام ثابت ہوا ہے۔'' وہ متاسفانہ انداز میں بولا تھا۔

''تم........اس کی وجہ بھی تم ہی ہو۔''

''مجھے الزام مت دو۔ تم اپنا فیصلہ سناؤ۔ میں تمہاری مرضی پر چلوں گا۔''

وہ کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے بولا تو تنزین کا جی چاہا کہ وہ اونچی آواز میں روئے مگر بظاہر مضبوط لہجے میں بولی۔

''تم وہ فیصلہ کرو، جس میں تمہاری خوشی ہے........ مجھے مت دیکھو۔''

اب اس نگاہ میں اور کون جچے گا، تنزین رضا! وہ آہ بھر کے رہ گیا۔



وہ عید کی نماز پڑھ کے آیا۔ امی سے ملا۔ نائمہ کو عیدی دی۔ نہیں نظر آئی تو ایک وہ، جس کی دید کی خواہش آتے ہوئے اسے تنگ کر رہی تھی اور آج ہی تو اعیان اسے فیصلہ سنانے والا تھا۔ تھوڑی دیر نائمہ کے ساتھ غائب دماغی کے ساتھ بات چیت کرنے کے بعد وہ اوپر چلا آیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی ٹھٹک سا گیا۔ وہ اُسی کے لائے ہوئے عید کے سوٹ میں ملبوس مکمل تیار تھی۔

''عید مبارک!'' اعیان سنبھلا۔ جب وہ خوش اور مطمئن تھی تو وہ بھی کیوں کمزوری دکھاتا۔

''عید مبارک!'' جواباً وہ بھی دھیمی آواز میں بولی اور ڈریسنگ ٹیبل کی چیزیں ٹھیک کرنے لگی۔

''یہ تمہاری عیدی........ پہلی اور آخری۔'' وہ کئی نوٹ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے ہنسا مگر تنزین نے ہاتھ آگے نہیں بڑھایا تھا۔

''اگر میں جدائی کا فیصلہ کروں تو ہم سے منسلک لوگوں کا کیا حال ہوگا، یہ سوچا ہے تم نے؟'' اعیان نے اپنا ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے تھک کر پوچھا تو وہ رخ بدل گئی۔

''یہ تو تمہیں فیصلہ کرنے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا۔ شادی کا بھی اور اب الگ ہونے کا بھی۔''

''یہ میرا نہیں، تمہارا فیصلہ ہے، تانی! میں تو بارہا تم سے اعتراف کر چکا ہوں۔''

''مجھ سے جھوٹ مت بولو۔ کیا مشعل سے محبت کرتے کرتے تم مجھ سے محبت کرنے لگے تھے؟''

''وہ صرف ظاہری محبت تھی، تانی! جو میں تمہارے لئے محسوس کرتا ہوں۔ اس کے لئے کبھی نہیں کیا تھا۔''

''تم مجھ سے شادی پر راضی نہیں تھے۔'' اعیان کو اُس کی آواز میں کپکپاہٹ محسوس ہوئی تو اُس نے آگے بڑھ کر آہستگی سے اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔ اُس کی آنکھیں نم تھیں۔

''کیونکہ تم نے مجھے بہت برا بھلا کہا تھا۔ میری شکل نہ دیکھنے کا کہا تھا........اور شاید تم عبید کو پسند بھی کرنے لگی تھیں۔''

''جھوٹ ....غلط ہے یہ سب۔ اگر میں عبید کو پسند کرتی تو تمہیں اس معاملے میں کودنے کی اجازت کبھی نہ ملتی۔ وہ شخص، اُس کا ذہنی معیار مجھے کبھی بھی قابلِ قبول نہیں تھا۔'' وہ شدت سے انکار کرتے ہوئے بولی تو اعیان نے کہا۔

''مانا کہ پہلے تمہیں غصہ تھا۔ مگر اب کیا؟........ اب تو ہماری شادی ہو چکی ہے۔ پھر تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے، اگر عبید بیچ میں نہیں ہے تو؟''

تنزین نے شاکی نظروں سے اُسے دیکھا۔

''تم نے مجھ سے شادی سے انکار کیوں کیا تھا؟''

''میں اگر اقرار نہ کرتا تو یہ شادی نہیں ہو سکتی تھی۔'' اعیان نے تیقن سے کہا۔

''اس اقرار سے پہلے تم نے انکار ہی کیا تھا۔ یہ کہہ کر کہ میں تم سے ڈیڑھ سال بڑی ہوں۔'' وہ بے اختیار بولی تو اعیان حیران رہ گیا۔

''یہ........ یہ تم سے کس نے کہا؟''

''جس نے بھی........ مجھے خود پتہ ہے۔ تم اپنے سے بڑی عمر کی لڑکی سے شادی نہیں کرنا چاہتے تھے، پھر بھی یہ کڑوا گھونٹ تمہیں بھرنا پڑا۔ اس کے لئے معذرت۔ اب تم اپنا فیصلہ سنا سکتے ہو۔''

وہ کترا سی گئی۔ آنسو پیتے ہوئے بولی تو اعیان نے اس کے ہر تاثر کو بغور دیکھا۔

''تو یہ وجہ تھی، تنزین رضا کے بدلنے کی؟''

''میں خود کو تم پر مسلط کرنا نہیں چاہتی۔'' وہ چیخی۔

''اور جو یوں بن سنور کے میرے حواس پہ مسلط ہو رہی ہو، اس کا کیا؟'' اعیان نے اُسے

شانوں سے جکڑ کر اُس کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ متحیر رہ گئی۔ اعیان دفعتاً سر اُونچا کر کے ہنس دیا۔

''میرے خدا! کس قدر بے خوف ہیں ہم۔ لایعنی اور بے بنیاد باتوں کے پیچھے اپنی زندگی برباد کرنے پر تلے ہوئے تھے۔''

وہ کہہ رہا تھا اور تنزین پوری آنکھیں کھولے اُس کے بدلتے روپ کو دیکھ رہی تھی۔

''تمہاری فون کال اور برا بھلا کہنے کے بعد مجھے بھی تم پہ غصہ آیا، اسی لئے جب امی نے مجھ سے شادی سے انکار کی وجہ پوچھی تو میرے ذہن میں ایک یہی وجہ آئی۔ کیونکہ تم میں اور تو کچھ کمی تھی نہیں.......مگر تمہیں یہ کس نے بتایا؟'' وہ ہلکا پھلکا سا ہو گیا تھا۔

''نائمہ نے.......'' اُس کی زبان پھسل گئی۔

اعیان نے گہری سانس بھری۔

''مجھے پہلے ہی شک ہو رہا تھا، اُس کی عقل مندی پر۔''

''تو.......؟'' وہ سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

''تو یہ کہ.......میں تو تم سے کتنی ہی بار محبت کا اظہار کر چکا ہوں۔ اب تمہاری باری ہے۔'' وہ شرارت سے بولا تو اتنے دنوں میں پہلی بار وہ اُس کی کسی بات پر ہنسی۔

''بے وقوف.......کس قدر بے وقوف ہوں میں بھی۔'' اُس کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی تھی۔

''مجھے بہت غصہ تھا، تم پر۔ یہ اعتراض کر کے مجھے ریجیکٹ کرتے تم۔''

''ریجیکٹ کیا کرتا، میں تو شکرانے کے نوافل ادا کرتا۔ اگر تمہارا رویّہ پھولن دیوی جیسا نہ ہوتا۔'' وہ بھی ہنسا تھا۔

''سچ کہہ رہے ہو نا؟''

''میری آنکھوں میں دیکھ لو اور جان لو۔'' وہ قدرے اُس کی طرف جھکا۔

''مگر میں ابھی بھی تم سے راضی نہیں ہوں۔'' وہ بات بدل گئی۔

''جھوٹ.......'' اعیان نے اعتماد سے کہا۔

''کیسے؟'' وہ مسکراہٹ چھپانے لگی۔

''میرا لایا ہوا سوٹ پہنے، تیار ہو کے میرا انتظار کر رہی ہو اور کہتی ہو کہ.......'' اعیان شرارت سے بولا تو وہ پیچھے ہٹ گئی۔

''میری عیدی.......؟'' ہاتھ آگے بڑھایا، جو نائمہ نے بڑی محنت سے مہندی سے سجایا تھا۔

''پورا اعیان مصطفیٰ۔'' اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ اعتماد سے مسکرا دی۔

''وہ تو ہے ہی میرا۔ مگر میری عیدی تو الگ سے ہوگی۔''

''ہاں تو ٹھیک ہے، عید ملو اور عیدی لے لو۔'' وہ آگے بڑھا تو وہ جھینپ گئی۔

''خبردار.......''

''عید کا دن ہے ، گلے ہم کو لگا کر ملیے
رسم دنیا بھی ہے، موقع بھی ہے، دستور بھی ہے''

تنزین نے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا لیا۔

وہ اُس کی اس شرمیلی ادا سے محظوظ ہو کر قہقہہ لگا بیٹھا۔ عید خوشی کا نام ہے اور خوشیوں نے انہیں اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

''چلو ذرا، نائمہ بی بی سے تو پوچھیں، جن کی ''عقل مندی'' نے ہمیں دوست سے دشمن بنا دیا تھا۔'' اُس کا ہاتھ تھامے وہ مسکراتا ہوا باہر نکل آیا تو فضا میں تنزین کی مطمئن سی ہنسی بکھر گئی۔

